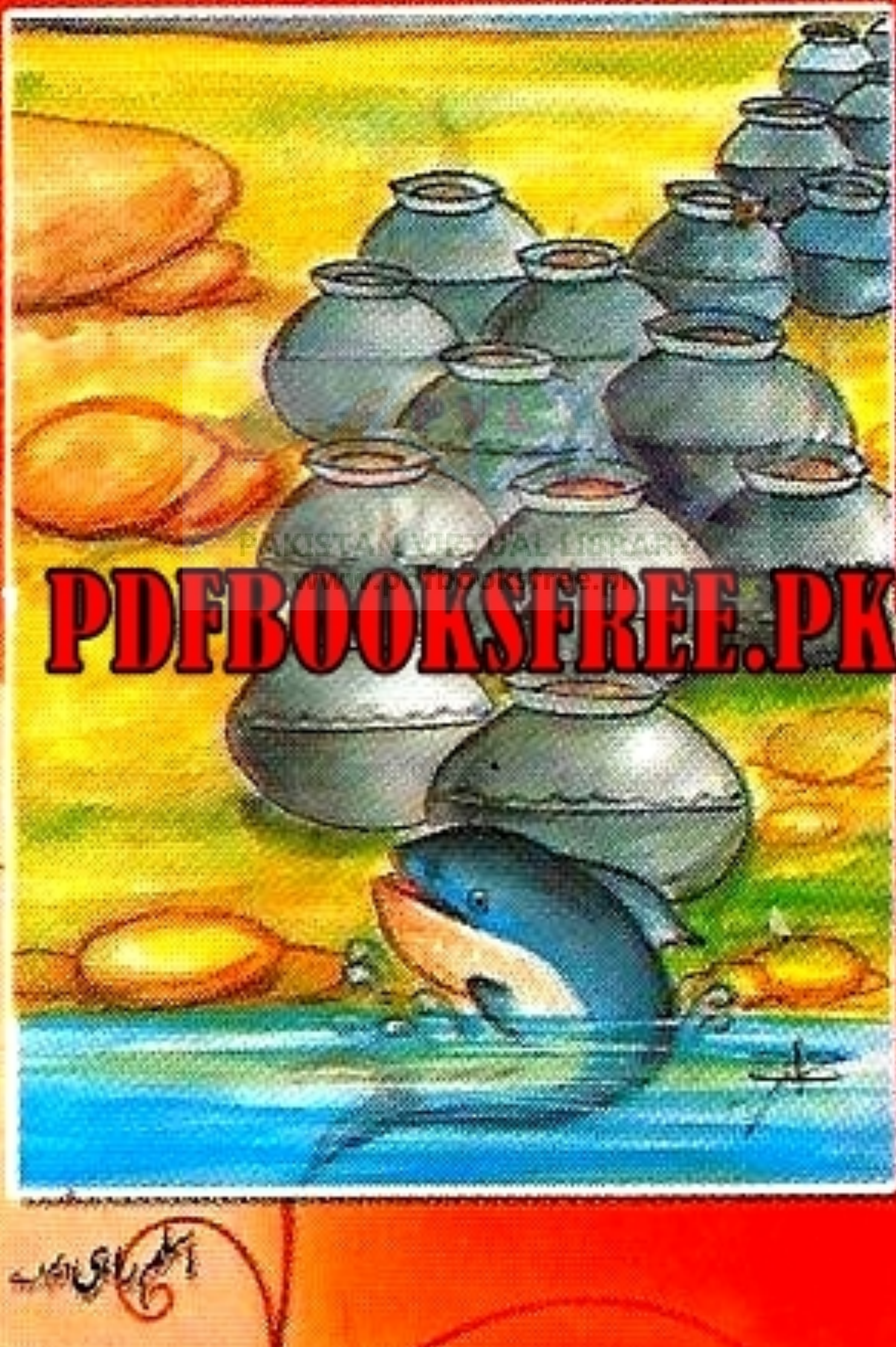
# حضرت سلیمان علیہ السلام





اسلم راہی ایم اے



# حضرت سلیمان علیہ السلام

اسلم راہی - ایم اے

تاریخ کے اوراق سے امت مسلمہ کا مشہور معروف رہتی دنیا تک قائم رہنے والا ناقابل فراموش مضبوط دل کا انمٹ واقعہ جسے پڑھ کر ایک عام انسان کے جسم و جاں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے کہ موت سامنے کھڑی ہو اور اس کی آنکھ میں دیدہ دلیری سے دیکھنا کہ موت بھی تھرا اٹھے۔ ایسے واقعات یہ سبق دیتے ہیں کہ اللہ کی خوشی میں خوش رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ زندگی اور مرنے کے بعد بھی ہردلعزیز بنا دیتا ہے۔

ایسا واقعہ جس سے ثابت ہوتا ہے اللہ والے اللہ کی خوشی کیلئے اپنی جان نچھاور کر دیتے ہیں

**حضرت سلیمانؑ** حضرت داؤدؑ کے صاحبزادے تھے ان کا نسب بھی حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہودہ سے ہوتے ہوئے حضرت یعقوب، حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم تک پہنچتا ہے آپ کی والدہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا توریت نے آپ کی والدہ کا نام بنت سبع بتایا ہے اس طرح کہ وہ اول اوریا کی بیوی تھی اور پھر حضرت داؤد کی بیوی بنی اور حضرت سلیمان اس سے پیدا ہوئے اور یہ حقیقت حضرت داؤد کے حالات میں تفصیل کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں صرف اس قدر منقول ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد کی والدہ نے ایک دفعہ حضرت سلیمان کو نصیحت فرمائی اور کہا۔

بیٹا رات بھر نہ سوتے رہا کرو اس لئے کہ رات کے اکثر حصے کو نیند میں گزارنا انسان کو قیامت کے دن اعمال خیر سے محتاج بنا دیتا ہے۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں حضرت سلیمان کا ذکر سولہ جگہ آتا ہے اور یہ ذکر قرآن مجید کی لگ بھگ سات سورتوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ میں ذکاوت اور فیصل مقدمات میں اصابت رائے کا کمال فطرت ہی سے ودیعت کر دیا تھا چنانچہ ان کے بچپن کا واقعہ اس کے لئے روشن برہان ہے جو حضرت داؤد کے واقعات کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت داؤد نے بھی ان کو ایک جوہر سمجھ کر بچپن ہی سے ان کو امور مملکت میں شریک کار رکھ لیا تھا خصوصاً مقدمات کے فیصلے میں وہ ضرور آپ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان اپنے شباب کو پہنچے تو حضرت داؤد کا انتقال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور حکومت دونوں میں اپنے باپ حضرت داؤد کا جانشین بنا دیا اس طرح فیضان نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی ان کے قبضے میں آ گئی اسی بناء پر سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔''

ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہاں وراثت سے نبوت اور سلطنت کی وراثت مراد ہے مالی وراثت مراد نہیں ہے ورنہ حضرت داؤد کی اور بھی بہت سی اولاد تھیں وہ اس سے کیوں محروم رہتی اس کے علاوہ جلیل القدر صحابہؓ سے روایت ہے کہ حضور پاکؐ نے ارشاد فرمایا۔

''ہم جماعت انبیاء کی وراثت مالی کا سلسلہ نہیں چلتا اور ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔''

یہ روایت ثابت کرتی ہے کہ انبیاء کی وفات کے بعد ان کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ وہ مساکین اور فقراء کا حق اور اللہ کے نام پر صدقہ ہوتا ہے دراصل نبی کی فطرت گوارا نہیں کرتی کہ مال جیسی حقیر شے پر ان کی وراثت کا انتساب ہو اس لئے جن ہستیوں کا مقصد حیات تبلیغ و ارشاد اور راہ خدا کی دعوت میں ہو وہ یہ کب گوارا کر سکتی ہیں کہ علوم و فیض نبوت کے علاوہ ایک ادنیٰ شے ان کی وراثت قرار پائے بلکہ بربنائے بشریت بقائے حیات کے لئے جو کچھ مال کی صورت میں رکھتے تھے ان کے مرنے کے بعد اللہ کی ملکیت ہو جانا چاہیے جو فقراء اور مساکین کا حصہ ہو سکتا ہے تاکہ اس اولوالعزم ہستی کے نسل و خاندان کا۔

جن انبیاء اور رسل کی صحیح تاریخ محفوظ ہے اس سے اور قرآن مجید کی بعض آیات کی صراحت سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس ہستی کو شرف نبوت سے سرفراز کرتا ہے اس کو یہ منصب جلیل سن رشد کے بعد عطا فرماتا ہے تاکہ وہ دنیاوی اسباب کے لحاظ سے بھی عمر طبعی کا وہ حصہ طے کرے جس میں عقل و تجربہ پختگی اختیار کر لیتے ہیں اور اس حد تک پہنچ کر استعداد کے مطابق انسانوں کے قوائے عملی میں استواری اور استحکامت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ یہ سنت اللہ حضرت سلیمانؑ کے حق میں بھی کارفرما رہی اور سن رشد کے بعد ان کو حکومت اور خلافت کے ساتھ ساتھ منصب نبوت منجانب اللہ عطا ہوا۔

حضرت داؤد ہی کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بھی بعض خصوصیات اور امتیازات سے نوازا اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو ان کی زندگی کا طرہ امتیاز بنیں۔

لہٰذا آپ کو جو اللہ تعالیٰ نے پہلی صفت یا معجزہ عطا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور ان کے بیٹے دونوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ چرند اور پرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے اور دونوں بزرگوں کے لئے ان کی آوازیں ایک ناطق انسان کی گفتگو کی طرح تھیں۔

اسی واقعہ کو سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا۔ ''اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا اور دونوں نے کہا کہ حمد اللہ کے لئے ہے اللہ ہی کے

لئے زیب ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہم کو فضیلت عطا فرمائی اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔" اور اس نے کہا۔

"اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے ہم کو ہر چیز بخشی گئی ہے اور یہ اللہ کا کھلا ہوا فضل ہے۔"

اس مقام پر پرندوں کی بولیوں کا علم جس اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اس کے پیش نظر رکھ کر یہ بات تو صاف ہو جاتی ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے قیاس اور تخمین کے ذریعے ان کی مختلف قسم کی آوازوں سے صرف ان کے مقصد اور مراد کو سمجھ لیتے تھے اور اس سے زیادہ کچھ نہ تھا اس لئے قیاس اور تخمین کا یہ درجہ باکثرت لوگوں کو حاصل ہے اور وہ پالتو جانوروں کی بھوک پیاس کے وقت کی آواز خوشی اور مسرت کی آواز مالک کو قریب دیکھ کر اظہار وفاداری اور دشمن کو دیکھ کر خاص طریقے سے پکارنے کی آواز کے درمیان بخوبی فرق سمجھتے اور ان مقاصد کو باآسانی ادراک کر لیتے ہیں۔

نیز اس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی جو جدید علمی دور میں ظن و تخمین کی راہ میں بعض جانوروں کی گفتگو کے سلسلے میں ایجاد ہوا ہے۔

قرآن مجید نے جس انداز میں اس کا ذکر کیا ہے حضرت سلیمان کے شکریہ کے انداز بیان کو نقل کیا ہے اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کے لئے یہ ایک ایسی عظیم الشان نعمت تھی جس کو نشان یا معجزہ کہا جاتا ہے اور وہ بلاشبہ پرندوں کی بولیاں انسان ناطق کی گفتگو کی طرح سمجھتے تھے اور ان کا یہ علم اسباب دنیاوی سے بالاتر خاص قوانین قدرت کے فیضان کا نتیجہ تھا۔

لہٰذا عقل اس بارے میں یہیں تک جا سکتی ہے اس کے نزدیک یہ محال بات نہیں ہے کیونکہ لغت اور عقل دونوں کے لحاظ سے نطق کے لئے صرف صوت کا ہونا کافی ہے اور اس کے لئے انسانوں کی طرح کی گویائی ضروری نہیں اور چرند پرند کی بولیوں میں صوت اور صوت کا نشیب و فراز دونوں موجود ہیں۔

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو جانوروں کی بولیوں کا جو علم حاصل تھا وہ کسب کے ذریعے نہیں بلکہ عطائے خداوندی کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو جو دوسری صفت عطا کی وہ جن اور حیوانات کی تسخیر تھی۔

حضرت سلیمان کی حکومت کا ایک بڑا امتیاز جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا یہ تھا کہ ان کے زیر نگیں صرف انسان ہی نہیں بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرما تھے اور یہ سب حضرت سلیمان کے حاکمانہ اقتدار کے تابع اور زیر حکم تھے۔

بعض ملاحدہ نے انکار معجزہ اور انکار جن کے شوق میں ان جیسے دیگر مقامات کی طرح عجیب مضحکہ خیز باتیں کہی ہیں کہتے ہیں جن سے مراد ایک ایسی قوم ہے جو اس زمانے میں بہت قوی ہیکل اور دیو پیکر تھی اور حضرت سلیمان کے علاوہ کسی کے قابو میں نہ آتی تھی اور تسخیر حیوانات کے متعلق کہتے ہیں کہ قرآن میں اس سلسلے کا ذکر صرف ہدہد سے متعلق ہے اور یہاں ہدہد پرندہ مراد نہیں ہے بلکہ ایک شخص کا نام ہدہد تھا جو پانی کی تفتیش پر مقرر تھا اور زمانہ طویل سے لوگوں میں یہ رسم چلی آتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے نام ان حیوانات کے نام پر رکھتے تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے چنانچہ اس کو ایک مستقل علم کی حیثیت دے دی گئی ہے جسے ٹوٹزم کا نام دیا گیا ہے۔

اس قسم کی رکیک تاویل کرنے والے یا تو جذبہ الحاد میں تعریف کے لئے جرأت بے جا کے مرتکب ہوتے ہیں یا قرآن مجید کی تعلیم سے ناآشنا ہونے کے باوجود دعویٰ بے دلیل پر اصرار کرتے ہیں۔

قرآن مجید نے جن کے متعلق جگہ جگہ باصراحت اعلان کیا ہے کہ وہ بھی انسانوں سے جدا اللہ کی ایک مخلوق ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اور ہم نے جن اور انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ اللہ کے عبادت گزار تابت ہوں۔"

اس آیت میں جن کو انسان سے جدا مخلوق ظاہر کر کے دونوں کی تخلیق کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ لہٰذا اس آیت کو پیش نظر رکھنے کے بعد کہنا کہ جن انسانوں میں ہی سے ایک قوی ہیکل قوم کا نام ہے جہالت ہے علم نہیں ہے۔

اسی طرح ہدہد کے واقعہ میں قرآن مجید نے صاف صاف اس کو پرندہ کہا ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس کے خلاف تاویل کی پناہ لے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا یہ کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ غائب ہے۔"

حضرت سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے یہ بے مثل مشرف عطا فرمایا کہ ان کی حکومت انسانوں کے علاوہ جن و حیوانات اور ہوا پر بھی تھی اور یہ سب بحکم اللہ ان کے حکم کے تابع اور مطیع تھے اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان نے ایک مرتبہ درگاہ الٰہی میں یہ دعا کی تھی۔

"اے پروردگار مجھ کو بخش دے اور میرے لئے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے بھی میسر نہ ہو بے شک تو بہت دینے والا ہے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور ایک ایسی عجیب و غریب حکومت عطا فرمائی کہ ان سے پہلے کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ان کے بعد کسی کو میسر آئے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا۔

"گزشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اس کو دیکھ سکو مگر اس وقت مجھ کو اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آ گئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا۔

"اے اللہ مجھ کو ایسی مملکت دے جو اس سے پہلے کسی کو عطا نہ ہوئی ہو یہ یاد آتے ہی میں نے اس کو ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔"

حضور پاکؐ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ میں کل انبیاء اور رسل کے خصائل اور امتیازات جمع کر دیئے ہیں اور اس لئے تسخیر قوم جن پر بھی مجھ کو قدرت حاصل ہے لیکن جبکہ حضرت سلیمان نے اس اختصاص کو اپنا طرہ امتیاز قرار دیا ہے تو میں نے اس سلسلے کا مظاہرہ مناسب نہیں سمجھا۔

بائبل میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ جن حضرت سلیمان کے لشکریوں میں شامل تھے اور وہ ان سے خدمت لیتے تھے لیکن یہودیوں کی کتاب تلمود اور ایبوں کی روایات میں اس کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔

قرآن مجید میں جن و انس اور طائرین الگ الگ اقسام کے لشکر بیان کرتا ہے اور تینوں میں الف لام تعریف جنس کے لئے لایا گیا ہے اس لئے لامحالہ الجن الطائر اور الانس میں شامل نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اس سے مختلف دو الگ الگ اجناس ہی ہو سکتی ہیں۔

علاوہ بریں وہ شخص جو عربی زبان سے ذرا برابر بھی واقفیت رکھتا ہے یہ تصور نہیں کر سکتا کہ اس زبان میں لفظ الجن بول کر انسانوں کا کوئی گروہ یا محض الطائر بول کر سواروں کا کوئی رسالہ مراد لیا جا سکتا ہے اور کوئی عرب ان الفاظ کو سن کر ان کے یہ معنی سمجھ سکتا ہے۔

محض محاورے میں کسی انسان کو اس کے فوق العادت کام کی وجہ سے جن یا کسی عورت کو اس کی حسن کی وجہ سے پری اور کسی تیز رفتار آدمی کو پرند کہہ دینا یہ معنی نہیں رکھتا کہ اب جن کے معنی طاقتور آدمی اور پری کے معنی حسین عورت اور پرندے کے معنی تیز رفتار انسان کے ہو جائیں۔

ان الفاظ کے یہ معنی تو مجازی ہیں نہ کہ حقیقی اور کسی کلام میں کسی لفظ کو حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنوں میں صرف اسی وقت استعمال کیا جاتا ہے اور سننے

والے بھی ان کو مجازی معنوں میں صرف اسی وقت لے سکتے ہیں جبکہ آس پاس کوئی واضح قرینہ موجود ہو جو اس کے مجاز ہونے پر دلالت کرتا ہو۔

یہاں آخر کون سا قرینہ پایا جاتا ہے جس سے یہ گمان کیا جا سکے کہ جن اور طائر کے الفاظ اپنے حقیقی لغوی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں استعمال کیئے گئے ہیں بلکہ قرآن مجید میں آگے ان دو گروہوں کے ایک ایک فرد کا جو حال اور کام بیان کیا گیا ہے وہ تو اس تاویل کے بالکل خلاف معنی پر صریح دلالت کرتا ہے کسی شخص کا دل اگر قرآن کی بات کو نہیں مانتا لیکن یہ بڑی اخلاقی بزدلی اور علمی خیانت ہے کہ آدمی قرآن کے صاف صاف الفاظ کو توڑ موڑ کر اپنے من مانی معنی پر ڈھالے اور یہ ظاہر کرے کہ وہ قرآن کے بیان کو مانتا ہے حالانکہ دراصل قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اسے نہیں بلکہ خود اپنے زبردستی گھڑے ہوئے مفہوم کو مانتا ہے۔

بہرحال یہ واضح ہے کہ اللہ پاک نے جن اور پرندوں کو حضرت سلیمان کے تابع فرمان کیا تھا۔

☆......☆......☆

حضرت سلیمان کی نبوت خصوصی امتیاز میں سے ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ اللہ نے ہوا کو ان کے حق میں سفر کر دیا تھا وہ ان کے زیر فرمان کر دی گئی تھی چنانچہ حضرت سلیمان جب چاہتے صبح کو یک مہینے کی ساخت اور شام کو ایک مہینے کی سافت کی مقدار سفر کر لیتے تھے۔

ہوا کے سلسلے میں قرآن مجید میں حضرت سلیمان کے لئے تین باتیں کہی گئی ہیں ایک یہ کہ ہوا کو حضرت سلیمان کے حق میں مسخر کر دیا گیا دوسری یہ کہ ہوا ان کے حکم کے اس طرح تابع تھی کہ شدید تیز تند ہونے کے باوجود ان کے حکم سے نرم اور آہستہ روی کے باعث راحت ہو جاتی تھی۔

تیسری بات یہ کہ نرم رفتاری کے باوجود اس کی تیز روی کا یہ عالم تھا کہ حضرت سلیمان کا صبح و شام کا جدا جدا سفر ایک شہ سوار کی مسلسل ایک ماہ کی رفتار مسافت کے مساوی ہوتا تھا۔

گو تخت سلیمان انجن، اور مشین جیسے اسباب ظاہری سے بالاتر صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک بہت تیز رفتار ہوائی جہاز سے بھی زیادہ تیز مگر سبک روی کے ساتھ ہوا کے کندھے پر اڑتا چلا جاتا تھا۔

ایک فطرت پرست انسان کی نگاہ میں یہ بات بہت کھٹکتی ہے لیکن عام آدمی یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ جبکہ عقل و فکر کے نزدیک یہ مسلمات میں سے ہے کہ انسان کے قوائے فکری و عملی کے درمیان اس درجہ تفاوت ہے کہ ایک شخص جس شے کو اپنی عقل سے کرتا ہے اور اس کا کرنا آسان سمجھتا ہے دوسرا شخص اس شے کو ناممکن اور محال یقین کرتا ہے تو اسی اصول پر ان کو یہ تسلیم کرنے پر کیوں انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح عام قوانین قدرت کے پیش نظر کائنات کی اشیاء کو اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اس طرح اس کے کچھ خاص قوانین قدرت اور نوامیس بھی ہیں جو ایسے امور کے لئے مخصوص ہیں جیسا کہ یہ تسخیر کا معاملہ زیر بحث ہے۔

جس طرح اسباب کے ذریعے مسببات کے وجود کا عالم عقلاء کو حاصل ہے اور موجودہ دنیاوی علوم کی دسترس اس علم تک نہیں ہے لہذا ایسے امور کے وقوع کی اطلاع علم یقین وحی الٰہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے تو محض ظن و تخمین اور عقل کی وجہ سے ایک حقیقت ثانیہ کو کیسے انکار کیا جا سکتا ہے اگر ہم ایک شے کا علم نہیں رکھتے تو یہ کیسے لازم آ جاتا ہے کہ وہ شے حقیقت میں موجود ہی نہیں ہے۔

لہذا جادہ مستقیم یہی ہے کہ واقعہ تسخیر ریاح اور مسافت رفتار کو بغیر کسی تاویل کے صحیح تسلیم کیا جائے اس مقام پر تخت سلیمان اور حضرت سلیمان کے صبح اور شام کے سفر کے متعلق جو تفصیلات سیرت کی کتابوں میں تفصیل سے منقول ہیں وہ سب اسرائیلیات کا ذخیرہ ہیں اور لاطائل تفصیلات ہیں اور تعجب ہے کہ ابن کثیر جیسے محقق اس جگہ وہ بھی ان روایات کو اس طرح نقل فرما دیتے ہیں گویا ان کے نزدیک وہ مسلمات میں سے ہے حالانکہ تاریخی اعتبار سے ان پر بہت سے صحیح اشکالات وارد ہوتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید نے اس سلسلے میں فرمایا۔ ''اور سلیمان کے لئے تیز اور تند ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس کے حکم سے زمین پر چلتی تھی جس کو ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر شے کے جاننے والے ہیں۔''

پھر فرمایا۔ ''اور سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کو ایک مہینہ کی مسافت طے کرائی اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت اور ہم نے سلیمان کے لئے مسخر کر دیا ہوا کو جو چلتی ہے۔''

ہوا کو حضرت سلیمان کے لئے مسخر کرنے سے کچھ دانشور اور محققین یہ بھی رائے رکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان نے اپنے دور سلطنت میں بہت بڑے پیمانے پر بحری تجارت کا سلسلہ شروع کیا تھا ایک طرف عصیون جابر سے ان کے تجارتی جہاز بحرہ احمر میں یمن اور دوسرے جنوبی اور مشرقی ممالک کی طرف جاتے تھے اور دوسری طرف بحر روم کی بندرگاہوں سے ان کا بیڑہ جسے بائبل میں ترسیسی بیڑہ کہا گیا ہے مغربی ممالک کی طرف جایا کرتا تھا۔

عصیون جابر میں ان کے زمانے کی جو عظیم الشان بھٹی ملی ہے اس کے مقابلے کی کوئی بھٹی مغربی ایشیاء اور مشرق وسطی میں ابھی تک نہیں ملی آثار قدیمہ کے ماہرین کا اندازہ ہے کہ یہاں ادوم کے علاقہ عربہ کی کانوں سے خام لوہا اور تانبا لایا جاتا تھا اور اس بھٹی میں پگھلا کر اسے دوسرے کاموں کے علاوہ جہاز سازی میں بھی استعمال کیا جاتا تھا اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کے لئے فرمایا۔

''ہم نے اس کے لئے پگھلی ہوئی دھات کا چشمہ بہا دیا تھا۔''

تاہم اگر حضرت سلیمان کو ہوا پر حکم چلانے کا بھی کوئی اقتدار دیا گیا ہو جیسا کہ قرآن مجید میں اشارہ ملتا ہے تو اس سے یہ بھی متشرح ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں وہ اپنی مملکت کا آپ مالک ہے اپنے جس بندے کو جو اختیارات چاہے دے سکتا ہے جب وہ خود کسی کو کوئی اختیار دے تو ہمارا دل دکھنے کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیے۔

کچھ صاحب کمال لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت سلیمان کیونکہ عظیم الشان عمارات، پرشوکت اور پرہیبت قلعوں کی تعمیر کے بہت شائق تھے ایسی تعمیرات کے استحکام میں بہت دلچسپی رکھتے تھے اس لئے ضرورت تھی کہ گارے اور چونے کے بجائے پگھلی ہوئی دھات، گارے کی طرح استعمال کی جائے لیکن اس قدر کثیر مقدار میں یہ کیسے میسر آ سکتی تھی جس کا حل حضرت سلیمان چاہتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کی مشکل کو اس طرح حل کر دیا کہ ان کو پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے مرحمت فرما دیئے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حسب ضرورت حضرت سلیمان کے لئے تانبے کو پگھلا دیتا تھا اور یہ حضرت سلیمان کے لئے ایک نشان تھا اور اس سے قبل کوئی شخص دھات کا پگھلانا نہیں جانتا تھا۔

اس کے علاوہ نجار کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان پر یہ انعام کیا کہ زمین کے جن حصوں میں ناری مادہ کی وجہ سے تانبا پانی کی طرح پگھل کر بہہ رہا تھا ان چشموں کو حضرت سلیمان پر آشکارہ کر دیا اور ان سے قبل کوئی شخص زمین کے اندر دھات کے چشموں سے آگاہ نہ تھا۔

بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت سلیمان کے لئے بہت انعامات تھے ایسے ہی ایک موقع پر حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''حضرت سلیمان کو ایک مرتبہ جہاد کی مہم پیش آئی تو انہوں نے حکم دیا کہ اصطبل سے گھوڑوں کو لایا جائے گھوڑے پیش ہوئے تو ان کی دیکھ بھال میں عصر کی نماز کا وقت جاتا رہا اور سورج غروب ہو گیا اور حضرت سلیمان کو جب خبر ہوئی تو فرمایا مجھے یہ اعتراف ہے کہ مال کی محبت یاد

اللہ پر غالب آ گئی اور اس غم و غصے میں گھوڑوں کو واپس منگوایا اور یاد اللہ کی محبت کے جوش میں ان سب کو ذبح کر ڈالا کہ یہی اس غفلت کا باعث بنے تھے۔"

☆......☆......☆

حضرت سلیمان کی زندگی کا سب سے اہم قصہ ملکہ سبا کا واقعہ ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے عظیم الشان اور بے مثال دربار میں انسانوں کے علاوہ جن اور حیوانات بھی درباری خدمات کے لئے لشکر در لشکر حاضر رہتے تھے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق بغیر چوں چراں تابع فرمان رہتے تھے ایک مرتبہ جب حضرت سلیمان کا دربار پورے جاہ و حشم کے ساتھ منعقد تھا حضرت سلیمان نے جائزہ لیا تو پرندے ہدہد کو اپنی جگہ پر غیر حاضر پایا چنانچہ ارشاد فرمایا ہدہد موجود نہیں ہے اگر وہ واقعی غیر حاضر ہے تو اس کی یہ بے جا غیر حاضری سخت قابل سزا ہے اس لئے میں یا تو اس کو سخت عذاب دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا ورنہ وہ اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ بتائے۔

ابھی زیادہ وقفہ نہیں ہوا تھا کہ ہدہد حاضر ہوا حضرت سلیمان کی باز پرس پر کہنے لگا کہ میں ایک ایسی یقینی اطلاع لایا ہوں جس کی خبر آپ کو پہلے سے نہیں ہے وہ یہ کہ یمن کے علاقے میں سبا کی ایک ملکہ رہتی ہے اللہ نے اس کو سب کچھ دے رکھا ہے اور اس کا تخت سلطنت اپنی خاص خوبیوں کے اعتبار سے عظیم الشان ہے۔

ملکہ اور اس کی قوم سورج پرست ہے اور شیطان نے ان کو گمراہ کر رکھا ہے اور وہ مالک کائنات پروردگار عالم و لاشریک کی پرستش نہیں کرتے۔

حضرت سلیمان نے فرمایا اچھا تیرے سچ جھوٹ کا امتحان ابھی ہو جائے گا تو اگر سچا ہے تو میرا یہ خط لے جا کر اس کو پہنچا دے اور انتظار کر کہ وہ اس کے متعلق کیا گفتگو کرتے ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ہدہد وہ خط لے کر گیا خط کو ملکہ کی گود میں گرایا جب ملکہ کی گود میں خط گرا تو اس نے اس کو پڑھا اور پھر اپنے درباریوں سے کہنے لگی کہ ابھی میرے پاس ایک معزز مکتوب آیا ہے جس میں یہ درج ہے۔

"یہ خط سلیمان کی جانب سے اللہ کے نام سے شروع ہے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے تم کو ہم پر سرکشی اور سربلندی کا اظہار نہیں کرنا چاہئے اور تم میرے پاس اللہ کے فرمانبردار ہو کر آؤ۔"

ملکہ سبا نے خط کی عبارت پڑھ کر کہا۔

"اے میرے ارکان دوست تم جانتے ہو کہ میں اہم معاملات میں تمہارے مشورے کے بغیر کبھی کوئی اقدام نہیں کرتی اس لئے اب تم مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

اس پر ملکہ کے امراء نے کہا۔ "جہاں تک مرعوب ہونے کا تعلق ہے تو اس کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ ہم زبردست طاقت اور جنگی قوت کے مالک ہیں رہا مشورے کا معاملہ تو فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے جو مناسب ہو ویسا ہی کریں۔"

اس پر ملکہ سبا کہنے لگی۔ "بے شک ہم طاقتور اور صاحب شوکت ہیں لیکن سلیمان کے معاملے میں ہم کو عجلت نہیں کرنی چاہئے پہلے ہم کو ان کی قوت اور طاقت کا اندازہ کرنا چاہئے کیونکہ جس عجیب طریقے سے ہم تک یہ پیغام پہنچا ہے وہ اس کا سبق دیتا ہے کہ سلیمان کے معاملے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا مناسب ہے۔

"میرا ارادہ یہ ہے کہ چند قاصد روانہ کروں اور وہ سلیمان کے لئے عمدہ اور بیش بہا تحائف لے جائیں اس بہانے سے وہ اس کی شوکت اور عظمت کا اندازہ لگا سکیں گے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔"

اگر واقعی وہ زبردست قوت اور شوکت کا مالک اور شہنشاہ ہے تو پھر اس سے ہمارا لڑنا فضول ہے اس لئے کہ صاحب شوکت بادشاہوں کا یہ دستور ہے کہ جب وہ کسی بستی میں فاتحانہ غلبہ کے ساتھ داخل ہوتے ہیں تو اس شہر کو برباد اور باعزت شہریوں کو ذلیل خوار کر دیتے ہیں اس لئے بلاوجہ بربادی مول نہیں لینی چاہئے۔" بہرحال جب ملکہ سبا کے قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا۔

"تم نے اور تمہاری ملکہ نے میرے پیغام کا مطلب غلط سمجھا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ان تحائف کے ذریعے جن کو تم بیش بہا سمجھ کر تم بہت مسرور ہو مجھ کو پھسلاؤ گے حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جو کچھ مرحمت فرمایا ہے اس مقابلے میں تمہارے یہ بیش بہا تحائف قطعاً ہیچ ہیں لہٰذا تم اپنے تحائف واپس لے جاؤ اور اپنی ملکہ سے جا کر کہو کہ اگر اس نے میرے پیغام کی تعمیل نہیں کی تو میں ایسے عظیم الشان لشکر کے ساتھ سبا والوں تک پہنچوں گا کہ تم اس کی قوت کا مقابلہ نہیں کر پاؤ گے اور پھر میں تم کو ذلیل اور رسوا کر کے شہر بدر کر دوں گا۔"

قاصدوں نے واپس جا کر ملکہ سبا کو تمام روداد سنائی اور حضرت سلیمان کی شوکت و عظمت کا جو کچھ مشاہدہ کیا تھا وہ حرف بہ حرف کہہ سنایا اور بتایا کہ اس کی حکومت صرف انسانوں ہی پر نہیں بلکہ جن اور حیوانات بھی اس کے تابع فرمان اور مسخر ہیں۔

ملکہ نے جب یہ سنا تو طے کر لیا کہ سلیمان سے لڑنا اپنی ہلاکت کو دعوت دینا ہے بہتر یہی ہے کہ اس کی دعوت پر لبیک کہا جائے۔

چنانچہ حضرت سلیمان کے مکتوب گرامی میں یہ جملہ بھی تھا کہ فرماں بردار ہو کر میرے پاس آؤ کیونکہ ملکہ سبا حضرت سلیمان کے دین و مذہب سے ناواقف تھی اس لئے اس نے لفظ مسلم کو لغوی معنی پر محمول یہ سمجھا کہ قاہر بادشاہوں کی طرح سلیمان کا مطلب بھی یہ ہے کہ میں اس کی فرمانبرداری اور شان حکومت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے ماتحت ہو جانا قبول کر لوں لہٰذا اس نے یہ طے کر کے سفر شروع کر دیا اور حضرت سلیمان کی خدمت میں روانہ ہوئی۔

حضرت سلیمان کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ ملکہ سبا حاضر خدمت ہو رہی ہے تب آپ نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

میں چاہتا ہوں ملکہ سبا کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا تخت شاہی اٹھا کر یہاں لے آیا جائے تم میں سے کون یہ خدمت انجام دے سکتا ہے۔

یہ سن کر ایک دیو پیکر جن نے کہا کہ آپ کا دربار برخاست ہونے سے پہلے میں تخت سبا کو یہاں لا سکتا ہوں مجھ کو یہ طاقت حاصل ہے اور یہ کہ میں اس کے بیش بہا سامان کے لئے امین ہوں ہرگز خیانت نہیں کروں گا۔

دیو پیکر جن کا یہ دعویٰ سن کر حضرت سلیمان کے دربار میں موجود ایک معتمد خاص جس کا نام آصف برخیا تھا۔ وزیر نے کہا کہ میں آنکھ جھپکتے میں اس کو آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔

پھر حضرت سلیمان نے رخ پھیر کر دیکھا تو ملکہ سبا کا تخت موجود پایا فرمانے لگے یہ میرے پروردگار کا فضل و کرم ہے وہ مجھ کو آزماتا ہے کہ میں اس کا شکر گزار بنتا ہوں یا نافرمان اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص اس کا شکر گزار ہوتا ہے وہ دراصل اپنی ذات ہی کو نفع پہنچاتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے سزا کا مرتکب ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت سلیمان نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے بعد حکم دیا کہ ملکہ کے تخت کی ہیت میں کوئی تبدیلی کر دی جائے میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ملکہ سبا یہ دیکھ کر حقیقت جان پاتی ہے کہ نہیں۔

چنانچہ تو ملکہ سبا حضرت سلیمان کی خدمت میں پہنچ گئی جب وہ دربار میں حاضر ہوئی تو اس سے دریافت کیا گیا کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے۔

عقل مند ملکہ نے جواب دیا ایسا معلوم ہوا ہے گویا وہی ہے یعنی تخت کی ساخت اور مجموعی حیثیت

تو یہ بتا رہی ہے کہ یہ میرا تخت ہے اور لدرے ہیئت کی تبدیلی اس یقین میں تردد پیدا کر رہی ہے اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ یہ یقیناً میرا ہی تخت ہے۔

ملکہ سبا نے ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھ کو آپ کی بینظیر اور عظیم الشان قوت و طاقت کا پہلے ہی سے علم ہو چکا ہے اس لئے میں مطیع اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوئی ہوں اور اب تخت کا یہ محیر العقول معاملہ تو آپ کی لاثانی طاقت کا تازہ مظاہرہ ہے اور ہماری اطاعت کے لئے مزید تازیانہ ہے اس لئے ہم پھر ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں اظہار وفاداری و فرمانبرداری کرتے ہیں۔

ملکہ نے یقین کر لیا کہ ہم فرمانبردار ہیں کہہ کر ہم نے سلیمان کے پیغام کی تعمیل کر دی اور اس کا مقصد پورا کر دیا اور ملکہ کی مشرکانہ زندگی اور آفتاب پرستی مانع آئی کہ وہ حضرت سلیمان کے پیغام کی حقیقت سمجھ سکے اور ہدایت کی جانب راہ یاب ہو سکے اس لئے اب حضرت سلیمان نے اظہار مقصد کے لئے دوسرا لطیف طریقہ اختیار کیا اور اس کی ذکاوت و ذہانت کو مہمیز کیا وہ یہ کہ انہوں نے جنوں کی مدد سے ایک عالی شان شیش محل تیار کرایا جو آبگینہ کی چمک، قصر کی رفعت، عجیب و غریب صنعت کاری کے لحاظ سے بینظیر تھا اور اس میں داخل ہونے کے لئے سامنے جو صحن پڑتا تھا اس میں بہت بڑا حوض کھدوا کر پانی سے لبریز کر دیا اور پر شفاف آبگینوں اور بلوا کے ٹکڑوں سے ایسا نفیس فرش بنایا گیا تھا کہ دیکھنے والی نگاہ دھوکہ کھا کر یہ یقین کر لیتی کہ صحن میں صاف اور شفاف پانی بہہ رہا ہے۔

ملکہ سبا سے کہا گیا کہ قصر شاہی میں قیام کرے ملکہ محل میں پہنچی تو شفاف پانی بہتا ہوا پایا یہ دیکھ کر ملکہ نے پانی میں اترنے کے لئے کپڑوں کو تھوڑا سا اوپر چڑھایا تو حضرت سلیمان نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں یہ پانی نہیں ہے سارے کا سارا محل اور اس کا صحن چمکتے ہوئے آبگینوں کا ہے۔

ملکہ کی ذکاوت و عقل مندی پر یہ تحت چوٹ تھی جس نے حقیقت حال سمجھنے کے لئے اس کے قوائے عقلی کو بیدار کر دیا اور اس نے اب سمجھا کہ اس تک جو کچھ ہوتا رہا ہے ایک زبردست بادشاہ کی قاہرانہ طاقتوں کا مظاہرہ نہیں بلکہ مجھ پر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ سلیمان کی یہ بینظیر طاقت اور یہ معجزانہ قدرت کسی ایسی ہستی کی عطا کردہ ہے جو شمس و قمر بلکہ کل کائنات کا تنہا مالک ہے اور اس لئے سلیمان مجھ سے اپنی تابع داری اور فرمانبرداری کے طالب نہیں بلکہ اس یکتا ذات کی اطاعت فرمانبرداری کی دعوت دے رہے ہیں اور یہی ان کا مقصد ہے۔

ملکہ سبا کے دماغ میں یہ خیال آنا تھا کہ اس نے فوراً حضرت سلیمان کے سامنے ایک شرمسار اور نادم انسان کی طرح درگاہ الٰہی میں اقرار کیا۔

پروردگار عالم آج تک ماسوائے اللہ کے پرستش کر کے میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا مگر میں اب سلیمان کے ساتھ ہو کر صرف ایک اللہ پر ہی ایمان لاتی ہوں جو تمام کائنات کا پروردگار ہے اس طرح حضرت سلیمان کے پاس پہنچ کر اس نے دین اسلام اختیار کر لیا۔

قرآن مجید نے ملکہ سبا کے اس واقعہ کو ایسے معجزانہ اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے کہ واقعہ کے بیان کرنے سے جو حقیقی مقصد یعنی تذکیر وہ بھی نمایاں رہے اور واقعہ کے اہم اور ضروری حصے بھی ذکر میں آ جائیں اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت سلیمان کو علم منطق الطیور عطا ہونے کا جو پہلے ذکر ہے اس کی شہادت کے لئے یہ دوسرا واقعہ ہدہد پرندے اور حضرت سلیمان کے مکالمے سے اور زیادہ مضبوط اور پختہ ہوتا ہے۔

حضرت سلیمان اور ملکہ سبا کے واقعے سے متعلق چند مسائل قابل تحقیق ہیں جس کے متعلق مورخین اور مفسرین کہتے ہیں کہ سبا کے متعلق مفصل تحقیق کا جہاں تک تعلق ہے تو سبا قحطانی نسل کی ایک مشہور شاخ ہے یہ اپنے قبیلے کا جد اعلیٰ تھی اور اس کا نام عمر یا عبد الشمس تھا اور سبا اس کا لقب تھا یہ عرب مورخین اور جدید مورخین کی تحقیق ہے اور توریت کا بیان ہے کہ اس کا نام ہی سبا تھا یہ شخص بہت جری اور صاحب ہمت تھا اور اس نے زبردست فتوحات کے ذریعے حکومت سبا کی بنیاد ڈالی سبا کا زمانہ عروج محققین کے نزدیک تقریباً گیارہ سو قبل مسیح سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح اس کی حکومت، طاقت اور عروج کا ذکر حضرت داؤد کی زبور میں موجود ہے اور وہ فرماتے ہیں۔

اے اللہ بادشاہ کو اپنی عدالتیں عطا کر اور بادشاہ کے بیٹے کو اپنی صداقت دے وہ تیرے لوگوں میں صداقت سے حکم کرے گا ترسیس اور جزیروں کے سلاطین نذریں دیں گے اور سبا اور سبا کے بادشاہ ہدیے گزرانیں گے وہ جیتا رہے گا اور سبا کا سونا اسے دیا جائے گا اس کے حق میں سدا دعا ہوگی۔

چنانچہ حضرت داؤد کی یہ دعا قبول ہوئی اور تقریباً 950 قبل مسیح میں ملکہ سبا نے حاضر ہو کر سبا کا سونا اور جواہرات نذر گزارے بلکہ مسلمان ہو کر حکومت سبا کو ہی حضرت سلیمان کے زیر فرمان کر دیا تھا سبا کی حکومت کا اصل مرکز عرب کے جنوبی حصے یمن کے مشرقی علاقے میں تھا اور دار الحکومت کا نام معارب تھا اور اس کو شہر سبا کہتے تھے اور آہستہ آہستہ اس کا دائرہ وسیع ہو کر مغرب میں حضرموت تک وسیع ہو گیا تھا اور دوسری جانب افریقہ تک بھی اس کا اثر پہنچ گیا تھا۔

چنانچہ حبشہ کا علاقہ سبا کے ماتحت تھا جس پر ایک صوبائی گورنر حکومت کرتا تھا یہ وہ زمانہ تھا کہ سبا نے یمن اور اطراف یمن میں اپنے مشہور قلعے تعمیر کر لئے تھے اس قبیلہ سبا کی مختلف شاخیں تھیں اور عرصہ دراز کے بعد اس میں متعدد شاخوں نے یمن کو مرکزی حکومت بنا کر عظیم الشان تمدن اور حکومت کی بنیادیں قائم کر دی تھیں اور ان میں سے حمیر اور تبع مشہور حکمران شاخیں ہیں اور ان سے قبل کے سبا کے حکمران ملوک سبا کے لقب سے مشہور ہوئے اور ملوک سبا کا آخری دور حکومت پانچ سو پچاس قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔

قرآن مجید نے حضرت سلیمان اور ملکہ سبا کے واقعہ میں یہ نہیں بتایا کہ اس ملکہ کا نام کیا تھا اور نہ یہ تعین کیا کہ وہ سبا کے دائرہ حکومت کے تین مرکز یمن حبشہ یا شمالی عرب میں سے کس حصے سے آئی تھی کیونکہ اس کے مقصد کے لئے دونوں باتیں غیر ضروری ہیں۔

مگر عرب یہود کی اسرائیلی داستانوں میں اس کا نام بلقیس مذکور ہے اور اہل حبشہ جن کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ ملکہ سبا اور حضرت سلیمان کی نسل سے ہیں اپنی زبان میں ملکہ کا نام ماکدہ بیان کرتے ہیں۔

اور کچھ روایتیں یہ بھی ہیں کہ اس کا ملک فلسطین سے مشرق میں ہے اور انجیل میں ہے کہ فلسطین کے جنوب میں یوسیفوس کی تاریخ میں ہے کہ وہ مصر و حبشہ کی ملکہ تھی اور اہل حبش اس کو حبشی نژاد سمجھتے اور شاہان حبش آج تک فخریہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ملکہ سبا یعنی بلقیس کی نسل سے ہیں۔

ان روایات میں اہل تحقیق یوسیفوس کی روایت کو غلط کہتے ہیں اور باقی دونوں روایات کا حاصل ایک ہی ظاہر کرتے ہیں اس لئے یہ دونوں حصے یمن ہی کی حکومت کے حصے تھے اور انجیل کے بیان کو زیادہ صحیح مانتے ہیں ماہرین عصریاب کہتے ہیں کہ خاص یمن کے علاقے میں کتبات اور دیگر حفریات سے کسی عورت کا حکمران ثابت نہیں ہوتا البتہ شمالی عرب متصل عراق میں چار قدیم حکمران عورتوں کے نام ضرور ملتے ہیں لہٰذا زیادہ امکان یہ ہے کہ ملکہ سبا اسی حصے سے حضرت سلیمان کی خدمت میں پہنچی تھی۔

جہاں تک ہدہد کا تعلق ہے تو قرآن مجید نے بہت صاف اور واضح طور پر بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان کا قاصد ہدہد پرندہ تھا لیکن اپنے قانون قدرت اور نیچر کا نام سے آج کل کے بعض اہل علم اس قسم کے ایجاد نما واقعات سے بھڑکتے اور ان کے

خلاف عقل کہہ کر آیات قرآنی کے انکار پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور اگر مذہب پر بہت احسان فرماتے ہیں تو آیات کی مصنوعی تعریف کر کے رکیک تاویلات اور قرآن کی مراد کے خلاف خود ساختہ توجیہات بیان کردیتے ہیں۔

کچھ حضرات کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسم اعظم سے واقف تھا اور بعض جدید اہل قلم کہتے ہیں کہ اس کے حضرت سلیمان کا درباری رجسٹر اور سرکاری دفتر مراد ہے یعنی اس کو اس رجسٹر کے امین ہونے کی وجہ سے یہ علم تھا۔

کچھ مورخین کہتے ہیں کہ تخت کا یہ معاملہ ملکہ سبا کے دربار سلیمان میں پہنچنے سے قبل کا ہے اور تعجب ہے کہ فطرت پرستوں نے اسے غلط انداز میں پیش کر کے نظر انداز کیا ہے یہ مورخین کہتے ہیں کہ تخت کو لانے والا شخص آصف ہو یا کسی اور نام سے موسوم درحقیقت حضرت سلیمان کا صحابی اور ان کا بہت مقرب تھا جس طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شخصیت حضور اکرم ﷺ کی رفاقت میں نمایاں تھی اسی طرح یہ حضرت سلیمان کا رفیق تھا اور ان کے شرف صحبت سے اس کو توریت زبور اور اسماء وصفات الٰہی کے متعلق اسرار اور حقائق کا زبردست علم حاصل تھا اس لئے جب جنوں میں سے ایک بڑے جن نے تخت سبا کو حاضر کرنے کا دعویٰ کیا تو اگرچہ مقصد کے حاصل ہونے کے لئے یہ مدت بھی کافی تھی مگر حضرت سلیمان کا گوشہ خاطر یہ رہا کہ یہ عمل عفریت جن کے ذریعے نہیں ہونا چاہئے بلکہ اللہ کے کسی خاص بندے کے ہاتھ پر ہونا چاہئے تاکہ ان کی پیغمبرانہ توجہ سے وہ معجزانہ نشان بن کر ملکہ سبا کے سامنے پیش ہو۔

چنانچہ آصف برخیاہ نے حضرت سلیمان کے اس گوشہ التفات کو سمجھ کر فوراً خود کو پیش کیا اور جن کی بیان کردہ مدت سے بھی بہت قلیل مدت میں تخت حاضر کردینے کا وعدہ کیا کیونکہ اس کو یقین تھا کہ حضرت سلیمان کی مبارک توجہ اس اعجاز کو پورا کر دکھائے گی اور چونکہ معجزہ دراصل خدائے تعالیٰ کا اپنا فعل ہوتا ہے جو نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے تو حضرت سلیمان نے اپنی صداقت ونبوت امور عظمت رسالت کے اس نشان کو دیکھ کر ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا یعنی جو کچھ بھی ہوا اس میں آصف کی یا میری سعی اور قوت کا عمل دخل نہیں بلکہ محض اللہ کا فضل ہے جس نے یہ کام کردکھایا۔

حضرت سلیمان اور ملکہ سبا کا واقعہ اس حد پر جا کر ختم ہوجاتا ہے کہ ملکہ نے حضرت سلیمان کے پیغمبرانہ جاہ وجلال کو دیکھ کر اسلام قبول کرلیا اور اس مکمل واقعہ میں حضرت سلیمان کی یہی ایک غرض تھی جس کا اظہار انہوں نے اپنے پہلے مکتوب میں کردیا تھا مگر ملکہ اس وقت اس غرض کو نہ پاسکی تھی۔

اس موقع پر کچھ معترضین یہ بھی سوال کھڑا کرتے ہیں کہ اس مقصد کے لئے حضرت سلیمان کا ملکہ کو اپنے دربار میں بلانا تو بے شک اپنی جگہ رکھتا ہے لیکن تخت کو اس طرح منگوانا اور آبگینہ کے محل کے ساتھ پیش آنے والا معاملہ ہونا اس مقصد سے کیا تعلق رکھتا ہے۔

اس کا جواب عموماً یہ دیا جاتا ہے کہ اس سے ملکہ سبا پر یہ اثر ڈالنا مقصود تھا کہ وہ یہ یقین کرے کہ حضرت سلیمان کے بلانے کی غرض دنیاوی لالچ، دولت اور حکومت میں اضافہ نہیں بلکہ اس سے بلند وبالا دوسرا مقصد ہے نیز وہ یہ سمجھ جائے کہ دونوں واقعات شاہانہ اقتدار اور قاہرانہ قوت اور طاقت سے بالاتر حضرت سلیمان کی پیغمبر اور صداقت کا نشان ہے۔

قرآن مجید میں جس انداز میں ملکہ سبا کا ذکر ہے۔ توریت میں ملکہ سبا کا ذکر کچھ اس طرح منقول ہے۔

اور جبکہ خداوند کے نام کی بابت سلیمان کی شہرت سبا کی ملکہ تک پہنچی تو مشکل سوالوں سے اسے آزمانے آئی اور پھر وہ بڑے جلوؤں کے ساتھ اور اونٹوں کے ساتھ جن کو خوشبوئیں لگی ہوئی تھیں اور بہت سونا اور انمول جواہرات تھے لے کر یروشلم میں آئی اور اس نے سلیمان کے پاس آکر جو کچھ اس کے دل میں تھا سب کی بابت اس سے گفتگو کی سلیمان نے اس کے سب سوالوں کا جواب دیا۔

بادشاہ سے کوئی بات پوشیدہ نہ تھی جو اس کے کسی سوال کا جواب نہ دیتا اور جبکہ سبا کی ملکہ نے سلیمان کی ساری دانش مندی کا حال اور وہ گھر جو اس نے بنایا تھا اور اس کے دسترخوان کی نعمتوں کو اس کے ملازموں کی نشست اور اس کے خادموں کی حاضر باشی اور ان کی پوشاک اور اس کے ساقیوں اور اس سیڑھی کو جس سے وہ خداوند کے مسکن کو جاتا تھا دیکھا تو اس کے حواس نہ رہے اور اس نے بادشاہ سے کہا۔

یہ تحقیقی خبر تھی جو میں نے تیری کرامتوں تیری دانش کی بابت اپنے ملک میں سنی تھی وہ خبر جو میں نے سنی تھی سو آدھی بھی نہ تھی کیونکہ تیری دانش اور اقبال مندی اس شہرت سے جو میں نے سنی تھی کہیں زیادہ ہے نیک بخت ہیں تیرے لوگ نیک بخت ہیں تیرے خواص جو تیرے حضور کھڑے رہتے ہیں اور تیری حکمت سنتے ہیں خداوند تیرا خدا مبارک ہو جو تجھ سے راضی ہوا اور تجھے اسرائیل کے تخت پر بٹھایا اس لئے کہ خداوند نے اسرائیلیوں کو سدا پیار کیا۔

مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ توریت کے بیان میں اگرچہ ملکہ کے مسلمان ہونے کا ذکر نہیں ہے مگر آخر کے جملے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئی تبھی تو اس کا ذکر اس عقیدت مندی سے کرتی ہے مگر قرآن اور توریت کے بیان میں یہ فرق نمایاں ہے کہ قرآن مجید کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان نے پورے جاہ وجلال کے ساتھ ملکہ سبا کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ ایک اولوالعزم پیغمبر کی طرح کا تھا اور قرآن کے درمیان میں بات بات پر تبلیغ ودعوت اور پیغمبرانہ شان نظر آتی ہے۔

لیکن توریت کے بیان میں حضرت سلیمان کی دانش مندی شاہانہ اقتدار کے ماسوائے کچھ ظاہر نہیں ہوتا یہ بنی اسرائیل کے اس غلط عقیدے کا نتیجہ ہے جو انہوں نے حضرت سلیمان کے متعلق اختراع کرلیا تھا کہ وہ پیغمبر نہیں بادشاہ تھے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان نے ملکہ بلقیس سے نکاح کرلیا تھا اور اس کو اپنے ملک جانے کی اجازت دے دی تھی حضرت سلیمان ہر ماہ اس سے ملاقات فرماتے رہتے تھے اس طرح حضرت سلیمان سے ملاقات کرنے کے بعد ملکہ واپس قوم سبا میں جا کر رہنے لگی تھی۔

جہاں تک قوم سبا کی تاریخ کا تعلق ہے تو اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ معلومات بھی ہماری نگاہ میں رہیں جو اس کے متعلق دوسرے تاریخی ذرائع سے فراہم ہوتی ہیں۔

تاریخ کی رو سے سبا جنوبی عرب کی ایک بہت بڑی قوم کا نام ہے جو چند بڑے بڑے قبائل پر مشتمل تھی۔

روایت یہ ہے کہ سبا عرب کے ایک شخص کا نام تھا۔ اس کی نسل سے عرب میں کندہ حمیر ازد، اشعریج، عار، جزام لخم اور غسان قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

بہت قدیم زمانے سے دنیا میں عرب کی اس قوم کا بڑا چرچا اور شہرہ تھا دو ہزار پانچ سو قبل مسیح میں ار کے کتبات سے اس کا ذکر سابون کے نام سے کرتے ہیں اس کے بعد بابل اور آشور کے کتبات میں اسی طرح بائبل میں بھی کثرت سے اس کا ذکر آیا ہے اور اس کا وطن عرب کا جنوب مغربی کونا تھا جو آج یمن کے نام سے مشہور ہے اس کے عروج کا دور گیارہ سو قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے حضرت داؤد حضرت سلیمان کے زمانے میں ایک دولت مندی کی قوم کے ذریعے اس کا شہرہ آفاق میں پھیل چکا تھا۔

آغاز میں یہ ایک آفتاب پرست قوم تھی پھر جب اس کی ملکہ حضرت سلیمان کے ہاتھ پر ایمان لے آئی تو اغلب یہ ہے کہ اس کی غالب اکثریت

چالیس دن تک بت پرستی کرتی رہی اور وہ اس سے بے خبر رہے یا یہ کہ وہ چند روز تک گھر میں بیٹھے رہے اور کسی مظلوم کی دادرسی نہ کی اس پر ان کو یہ سزا ملی ایک شیطان کسی نہ کسی طرح وہ انگوٹھی لے گیا جس کی بدولت وہ جن وانس اور ہواؤں پر حکومت کرتے تھے انگوٹھی ہاتھ سے جاتے ہی حضرت سلیمان کا سارا اقتدار چھن گیا اور وہ چالیس دن تک دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرے اور اسی دوران وہ شیطان سلیمان بنا حکمرانی کرتا رہا۔

حضرت سلیمان کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈال دینے سے مراد یہی شیطان ہے جو ان کی کرسی پر بیٹھ گیا تھا بعض حضرات یہاں تک بھی کہہ گزرے ہیں کہ اس زمانے میں اس شیطان سے حرم سلیمان کی خواتین تک کی عصمت محفوظ نہ رہی آخر کار سلطنت کے اعیان اور اکابر اور علماء کو اس کی کارروائیاں دیکھ کر شک ہوگیا کیا یہ سلیمان نہیں ہے چنانچہ انہوں نے اس کے سامنے توریت کھولی اور وہ ڈر کر بھاگنے لگا۔

راستے میں انگوٹھی اس کے ہاتھ سے سمندر میں گر گئی یا خود اس نے پھینک دی اور اسے ایک مچھلی نگل گئی اتفاق سے وہ مچھلی حضرت سلیمان کو مل گئی اسے پکانے کے لئے انہوں نے اس کا پیٹ جو چاک کیا تو انگوٹھی نکل آئی اور اس کا ہاتھ آنا تھا کہ جن وانس سب سلام کرتے ہوئے ان کے سامنے حاضر ہوگئے۔

یہ پورا افسانہ ازسرتاپا خرافات پر مشتمل ہے جنہیں مسلم اہل تفسیر نے قلموا اور یہودیوں کی دوسری روایات سے اخذ کر کے مسلمانوں میں پھیلا دیا تھا اور دانشور کہتے ہیں کہ حیرت یہ ہے کہ ہمارے یہاں کے بڑے بڑے بزرگوں نے ان کو قرآن کے اندر تفصیلات سمجھ کر اپنی زبان سے نقل کر دیا حالانکہ نہ انگشتری سلیمانی کی کوئی حقیقت ہے اور نہ حضرت سلیمان کے کمالات کسی انگشتری کے کرشمے میں تھے نہ شیاطین کو اللہ نے یہ قدرت دی کہ انبیاء کی شکل بنا کر آئیں اور خلق خدا کو گمراہ کریں اور نہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی نبی کے قصور کی سزا ایسی فتنہ انگیز شکل میں دے جس سے شیطان نبی بن کر ایک پوری امت کا ستیاناس کر دے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن خود اس تفسیر کی تردید کرتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب یہ آزمائش حضرت سلیمان کو پیش آگئی تو انہوں نے ہم سے معافی مانگ لی تب ہم نے ہوا، پرند اور جنوں کو ان کے لئے مسخر کر دیا۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ حضرت سلیمان کے ہاں بیس سال کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا شیاطین کو خطرہ ہوا کہ اگر سلیمان کے بعد یہ بادشاہ ہوگیا تو ہم تو اسی غلامی میں مبتلا رہیں گے اس لئے انہوں نے اسے قتل کر دینے کی ٹھانی اور حضرت سلیمان کو اس کا علم ہوگیا اور انہوں نے اس لڑکے کو بادلوں میں چھپا دیا تاکہ وہیں اس کی پرورش ہوتی رہے یہی وہ فتنہ تھا جس میں حضرت مبتلا ہوئے تھے اور انہوں نے اللہ پر توکل کرنے کے بجائے بادلوں کی حفاظت پر اعتماد کیا اس کی سزا ان کو یہ دی گئی کہ وہ بچہ مر کر ان کی کرسی پر گرا۔

دانشور اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ افسانہ بالکل بے سروپا اور صریحاً قرآن کے خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ فرض کر دیا ہے کہ ہوائیں اور شیاطین پہلے سے حضرت سلیمان کے لئے مسخر تھے حالانکہ قرآن صاف الفاظ میں ان کی تسخیر کو اس فتنے کے بعد کا واقعہ بیان کرتا ہے۔

صاحب کمال لوگ اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مقام قرآن مجید کے مشکل ترین مقامات میں سے ہے اور حتمی طور پر اس کی کوئی تفصیل بیان کرنے کے لئے ہمیں کوئی یقینی بنیاد نہیں ملتی لیکن حضرت سلیمان کی دعا کے یہ الفاظ۔

"اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھ کو وہ بادشاہی دے جو میرے بعد کسی کے لئے سزا وار نہ ہو"

اگر تاریخ بنی اسرائیل کی روشنی میں پڑھی جائے تو بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے دل میں غالباً یہ خواہش تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہو اور حکومت اور فرماں روائی آئندہ انہیں کی نسل میں باقی رہے اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فتنہ قرار دے دیا اور اس پر وہ اس وقت متنبہ ہوئے جب ان کا ولی عہد رحعام ایک ایسا نالائق نوجوان بن کر اٹھا جس کے کچھن صاف بتا رہے تھے کہ وہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کی سلطنت چار دن تک نہ سنبھال سکے گا ان کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈالے جانے کا مطلب غالباً یہی ہے کہ جس بیٹے کو وہ اپنی کرسی پر بٹھانا چاہتے تھے اور وہ ایک کندہ ناتراش تھا۔

تب انہوں نے اپنی اس خواہش سے رجوع کیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر درخواست کی کہ بس یہ بادشاہی مجھ پر ختم ہو جائے اپنے بعد اپنی نسل میں بادشاہی رہنے کی تمنا سے باز آیا بنی اسرائیل کی تاریخ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان نے اپنے بعد کسی کے لئے بھی جانشینی کی وصیت نہ کی، کسی کی اطاعت کے لئے لوگوں کو پابند کیا بعد میں ان کے امراء سلطنت نے رحعام کو تخت پر بٹھایا مگر کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ بنی اسرائیل کے دس قبیلے شمالی فلسطین کا علاقہ لے کر الگ ہوگئے اور صرف یہودہ کا قبیلہ بیت المقدس کے تحت وابستہ رہ گیا۔

☆......☆......☆

آپ کی زندگی کا ایک اور اہم واقع وادی نمل یعنی چیونٹیوں کی بستی کا بھی ہے حضرت سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے حیوانات کی بولیاں سمجھنے کا علم عطا فرمایا تھا چنانچہ اسی سلسلے کا ایک واقعہ وادی نمل یعنی چیونٹیوں کی بستی کے متعلق بھی قرآن مجید میں مذکور ہے۔

یہ واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان جن وانس اور حیوانات کے عظیم الشان لشکر کے جلوس میں کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے لشکر کی کثرت کے باوجود کسی طبقہ کے افراد کی بھی یہ مجال نہ تھی کہ وہ اپنے درجہ اور مرتبہ کے خلاف آگے پیچھے ہونے کی بے ترتیبی کا مرتکب ہو سکے۔

سب فرماں بردار لشکریوں کی طرح حضرت سلیمان کی ہیبت سے اپنے اپنے قرینے سے فوج در فوج چل رہے تھے کہ لشکر چلتے چلتے ایک ایسی وادی میں پہنچا جہاں چیونٹیاں بے شمار تھیں اور پوری وادی ان کا مسکن بنی ہوئی تھی۔

چیونٹیوں کے بادشاہ نے لشکر کے اس کثیر انبوہ کو دیکھ کر چیونٹیوں سے کہا تم فوراً اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ سلیمان اور سلیمان کے لشکر کو کیا معلوم کہ تم اس کثرت کے ساتھ وادی کی زمین میں رینگ رہی ہو نا معلوم ان کے گھوڑوں اور پیادوں کے نیچے تم میں سے کتنی تعداد بے خبری میں روندی جائے۔

حضرت سلیمان نے چیونٹیوں کے بادشاہ کی یہ باتیں سنیں تو ان کو ہنسی آگئی اور اس کے عاقلانہ حکم کی داد دینے لگے۔

اس واقعہ کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا۔

"بے شک ہم نے داؤ اور سلیمان کو علم بخشا اور ان دونوں نے کہا تعریف ہے اللہ کے لئے جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا اور اس نے کہا۔ اے لوگوں ہم کو پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہمارے لئے ہر شے مہیا کر دی گئی ہے بے شک یہ اللہ کا کھلا ہوا فضل ہے۔

اور جمع ہوئے حضرت سلیمان کے لشکر کے لئے جن، انسان اور پرندوں اور وہ درجہ بدرجہ قرینے کے ساتھ آگے پیچھے چل رہے تھے حتیٰ کہ وہ وادی نمل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا۔

اے چیونٹیوں اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کے لشکر تم کو پیس ڈالے چیونٹی کی یہ بات سن کر حضرت سلیمان ہنس پڑے اور کہنے لگے۔

اے پروردگار مجھ کو یہ توفیق دے کہ میں

تیرا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کیا ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو تجھ کو پسند آئے اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔

کچھ صاحب کمال نے یہاں وادی نمل میں گفتگو کرنے والی چیونٹیوں کو چیونٹیوں کا بادشاہ کہا ہے کہ اور یہ صرف اس لئے کہ قدیم اور جدید دور کے زمانہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حیوانات میں شہد کی مکھیوں اور چیونٹیوں کا اس قدر بہترین نظام ہے کہ اس کو نظام حکومت کہنا مبالغہ نہیں کہا جاتا ہے بلکہ بعض عقلاء نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ انسان نے بھی اپنا نظام انہیں دو نظاموں کو دیکھ کر مرتب کیا ہے یہ دعویٰ اپنی جگہ کتنا ہی محل نظر ہو مگر ان سے ان دونوں کے نظام کی خوبی بہرحال مسلم ہو جاتی ہے اور اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد با آسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکم دینے والا وادی نمل میں چیونٹیوں کا بادشاہ یا سردار ہی ہوگا۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ وادی نمل کس جگہ واقع ہے اس سوال کے جواب میں اگرچہ بہت سے مقام کا نام لیا گیا ہے مگر مورخین کی زیادہ رائے اس طرف ہے کہ اعسکلان کے قریب جیسا کہ ابن بلوطہ نے بیان کیا ہے کہ یا بیت حبرون اور اعسکلان کے درمیان جیسا کہ یاقوت نے بیان کیا ہے۔

اس سوال کے علاوہ اس مقام پر اور بھی چند سوالات پیدا کئے گئے ہیں مثلاً حکم دینے والی چیونٹی کا نام کیا تھا وہ چیونٹیوں کے قبائل میں سے کس قبیلے سے تھی ان کی جسامت کس قدر تھی وغیرہ وغیرہ اور پھر اسرائیلی داستانوں یہودی خرافات سے ان کے جوابات دینے کی سعی کی گئی ہے مگر یہ سب بحثیں دور از کار بے سند بلکہ لا حاصل ہیں اور قرآن مجید اور احادیث رسولؐ اس قسم کی لغویات سے مبرہ ہیں۔

مثلاً بکالی کہتا ہے کہ ان چیونٹیوں کا قد بھیڑیے کے برابر تھا حالانکہ قرآن عزیز نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ وہ اس قدر حقیر جسم رکھتی تھیں کہ نمل کو یہ کہنا پڑا کہ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کا لشکر تم کو پیس ڈالے اور ان کو خبر بھی نہ ہو کیونکہ یہ بات جب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ چیونٹیاں اپنے ہم جنسوں کی طرح حقیر جسم رکھتی ہوں کہ پیر سے روندنے والے کو ان کا علم نہ ہو سکے۔

اس واقعہ کے ذکر سے قرآن مجید کا مقصد یہ ہے کہ اس سے پہلے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے جانوروں کی بولیاں سمجھنے سے متعلق فرمایا گیا اور یہ ان کی عظمت شان کا ایک نشان ہے تو اس نے مناسب سمجھا کہ ایک دو واقعات اس سلسلے میں ایسے بیان کر دیئے جائیں کہ جس سے مخاطب کو اس مسئلے میں کسی قسم کا تردد اور شک باقی نہ رہے اور اس کو علم یقین حاصل ہو جائے کہ قرآن عزیز نے جس حیثیت سے اس کا ذکر کیا ہے اس کے پیش نظر یہ علم عام دنیاوی علوم کی طرح کا علم نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دونوں عظیم المرتبت پیغمبروں کے لئے خاص عطاء و بخشش اور معجزہ تھا۔

چنانچہ اسی کے متصل پہلا واقعہ وادی نمل کا بیان کیا کہ کس طرح حضرت سلیمان نے ایک حقیر جسم کے حیوان کی باتوں کو اس طرح سن لیا جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کی گفتگو بے تکلف سن لیتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ جب اس حیرت زا علم کے متعلق حضرت سلیمان کو عین الیقین اور حق الیقین کا درجہ حاصل ہو گیا تو انہوں نے ایک عظیم پیغمبر کی شان کے مناسب اللہ کے اس عطا کردہ نشان پر اظہار تشکر کیا۔

چیونٹی کے اس واقعہ کی اہمیت اس طرح بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جس سورہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا اس کا نام ہی نمل یعنی چیونٹی رکھ دیا اس سلسلے میں ایک مصری محقق احمد زکی پاشا اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں کہ اس جگہ نمل سے انسانوں کا انبوہ کثیر مراد ہے یعنی وہ وادی میں چیونٹیوں کی طرح بے شمار تھے اور خوف تھا کہ کہیں حضرت سلیمان کا لشکر ان کو روند نہ ڈالے لیکن محققین کہتے ہیں کہ زکی پاشا کی یہ تفسیر بالکل نامناسب ہے اس لئے کہ آیت میں جبکہ حضرت سلیمان اور ان کے لشکر کے متعلق یہ مقولہ منقول ہے یعنی ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو پیس ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو کہ تمہاری جانوں پر کیا حادثہ گزر گیا تو نمل کس طرح انسانوں کا عظیم گروہ مراد لیا جا سکتا ہے نیز قرآن مجید کا سیاق و سباق اس تاویل کو غلط قرار دیتا ہے کیونکہ اس سورت میں آیت کا تعلق نہ علم سے رہتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا اور نہ انسانوں کے اس تحفظ خود اختیاری کے مقولہ میں ایسی بات نظر آتی ہے جو حضرت سلیمان کی متعجبانہ ہنسی کا سبب بن سکے اور یہ کہ ایسا اہم واقعہ تھا جس کے متعلق حضرت سلیمان کے اسی احساس شکر گزاری کی اہمیت کو واضح کیا جاتا۔

محققین لکھتے ہیں کہ آج کے علمی دور میں جبکہ ماہرین علم حیوانات کی تحقیق اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ قدرت نے حیوانات میں بھی نفس ناطقہ اور اس کے لئے لغات مخصوصہ ودیعت کئے ہیں اگرچہ وہ نفوس انسان کے نفس ناطقہ کے مقابلے میں بہت زیادہ ضعیف اور کمزور ہیں اور جبکہ حیوانات کی فہم و فراست پر فلسفیانہ مباحث مہیا کئے جا رہے ہیں اور ان کی بولیوں اور زبانوں کی اقسام اور ان کی جدا جدا ابجد کو حقائق ثانیہ کی طرح نمایاں کیا جا رہا ہے۔

ایسے دور میں اگر وحی الٰہی کے ذریعے یہ یقین دلایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خاص بندے یعنی پیغمبر کو دنیاوی اسباب سے بالاتر ہو کر حیوانات کی بول چال کا علم عطا فرمایا تو سخت حیرت ہے کہ اس پر کیوں عقلاً محال سمجھا جاتا ہے اور اس میں رکیک تاویل بلکہ تحریف کی کیوں کوشش کی جاتی ہے۔

بعض روایت میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان کے زمانے میں بارش نہیں ہوئی قحط کی حالت دیکھ کر حضرت سلیمان اپنی امت کے استسقا کے لئے میدان میں نکلے راہ میں دیکھا کہ چیونٹی اگلے قدم اٹھائے آسمان کی جانب نظر کئے یہ دعا مانگ رہی تھی۔

خدایا ہم بھی تیری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں اور تیرے فضل کے محتاج ہیں ہم کو بارش سے محروم رکھ کر ہلاک نہ کر حضرت سلیمان نے قوم سے فرمایا واپس چلو ایک حیوان کی دعا نے ہمارا کام کر دیا اب تمہاری طلب کے بغیر ہی بارش ہوگی۔

حضرت سلیمان کی چیونٹیوں کی گفتگو سے متعلق کچھ محققین اور مفسرین کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو بھی بعض لوگوں نے تاویل کے خبر او پر چڑھا رکھا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وادی نمل سے مراد چیونٹیوں کی وادی نہیں بلکہ یہ ایک وادی کا نام ہے جو شام کے علاقے میں تھی اور نمل کے معنی ایک چیونٹی کے نہیں بلکہ ایک قبیلے کا نام ہے اس طرح وہ اس واقعہ کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں۔

کہ جب حضرت سلیمان وادی نمل میں پہنچے تو ایک نمل نے کہا اے قبیلہ نمل کے لوگوں......

لیکن یہ بھی ایسی تاویل ہے جس کا ساتھ قرآن مجید کے الفاظ نہیں دیتے اگر بالفرض وادی نمل کو اس وادی کا نام مان لیا جائے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ وہاں بنی نمل نام کا کوئی قبیلہ رہتا تھا تب بھی یہ بات عربی زبان کے استعمال کے بالکل خلاف ہے کہ قبیلہ نمل کے ایک فرد کو نملی کہا جائے اگرچہ جانوروں کے نام پر عرب کے بہت سے قبائل کے نام ہیں۔

مثلاً کلب اسد وغیرہ لیکن کوئی قبیلہ کلب کے کسی فرد کے متعلق قال الکلب یعنی کتے سے کہا یا قال اسد شیر نے کہا ہرگز نہیں بولے گا۔

اس لئے بنی نمل کے ایک فرد کے متعلق یہ کہنا کہ نمل نے کہا قطعاً عربی کا محاورہ اور استعمال کے خلاف ہے پر قبیلہ نمل کے ایک فرد کا بنی نمل کو پکار کر یہ کہنا کہ اے نملیوں اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان کے لشکر تم کو کچل ڈالیں اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔

بالکل بے معنی ہے انسانوں کے کسی گروہ کو انسانوں کا کوئی لشکر بے خبری میں نہیں کچلا کرتا

اگر وہ ان پر حملے کی نیت سے آیا ہو تو ان کا اپنے گھروں میں گھس جانا لاحاصل ہے حملہ آوروں کے گھروں میں گھس کر انہیں اور زیادہ اچھی طرح کچلیں گے اور اگر محض وہ کوچ کرتا ہوا گزر رہا ہو تو اس کے لئے بس راستہ صاف چھوڑ دینا کافی ہے کوچ کرنے والے کی لپیٹ میں آ کر انسانوں کو نقصان تو پہنچ سکتا ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ چلتے ہوئے انسان بے خبری میں انسانوں کو کچل ڈالیں۔

لہٰذا محققین کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی نمل کوئی انسان قبیلہ ہوتا اور اس کا کوئی فرد اپنے قبیلے کے لوگوں کو خبردار کرنا چاہتا تو حملے کے خطرے کی صورت میں وہ کہتا۔

اے نملیو بھاگ چلو اور پہاڑوں میں پناہ لو تا کہ سلیمان کے لشکر تمہیں تباہ نہ کریں اور حملے کا خطرہ نہ ہونے کی صورت میں وہ کہتا۔

اے نملیو راستے سے ہٹ جاؤ کہ تم میں سے کوئی شخص سلیمان کے لشکریوں کی جھپٹ میں نہ آ جائے۔

اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے محققین مزید لکھتے ہیں کہ یہ تو وہ غلطی ہے جو اس تاویل میں عربی زبان اور مضمون عبارت کے لحاظ سے ہے رہی یہ بات کہ وادی نمل دراصل اس وادی کا نام تھا اور وہاں بنی نمل نامی کوئی قبیلہ رہتا تھا یہ محض ایک مفروضہ ہے جس کے لئے کوئی علمی ثبوت موجود نہیں ہے جن لوگوں نے اسے وادی کا نام دیا ہے انہوں نے خود یہ تسلیم کیا ہے چیونٹیوں کی کثرت کے باعث یہ نام دیا گیا تھا۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ نمل ایک وادی ہے سرزمین شام میں چیونٹیاں بہت ہیں لیکن تاریخ اور جغرافیہ کی کسی کتاب میں اور آثار قدیمہ کی کسی تحقیقات میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اس وادی میں بنی نمل نامی کوئی قبیلہ بھی رہتا تھا یہ صرف من گھڑت ہے جو اپنی تاویل کی گاڑی چلانے کے لئے پیدا کر لی گئی ہے۔

بنی اسرائیل کی روایات میں بھی یہ قصہ پایا جاتا ہے مگر اس کا آخری حصہ قرآن کے خلاف ہے اور حضرت سلیمان کی شان کے خلاف بھی ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان جب ایک وادی سے گزر رہے تھے جس میں چیونٹیاں بہت تھیں تو انہوں نے سنا ایک چیونٹی پکار کر دوسری چیونٹی سے کہہ رہی ہے۔

اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ ورنہ سلیمان کا لشکر تمہیں کچل ڈالے گا اس پر حضرت سلیمان نے اس چیونٹی کے سامنے بڑے تکبر کا اظہار ایک اور جواب میں اس چیونٹی نے ان سے کہا تمہاری حقیقت کیا ہے ایک حقیر بوند سے تو تم پیدا ہوئے یہ سن کر حضرت سلیمان شرمندہ ہو گئے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کسی طرح بنی اسرائیل کی غلط روایات کی تصحیح کرتا ہے اور ان گندگیوں کو صاف کرتا ہے جو انہوں نے خود اپنے پیغمبروں کی سیرتوں پر ڈال دی تھی ان روایات کے متعلق مغربی مشرکین بے شرمی کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن نے یہ سب کچھ ان سے سرقہ کر لیا ہے۔

محققین مزید لکھتے ہیں کہ عقلی حیثیت سے یہ بات کچھ بھی بعید نہیں ہے ایک چیونٹی اپنے جنس کے افراد کو کسی آتے ہوئے خطرے سے خبردار کرے اور بلوں میں گھس جانے کے لئے کہے رہی یہ بات کہ حضرت سلیمان نے اس کی بات کیسے سن لی تو جس شخص کے حواس کلام وحی جیسے لطیف جیسی چیز کا ادراک کر سکتے ہیں اس کے لئے چیونٹی کے کلام جیسی کثیف چیز کا ادراک کر لینا کوئی بڑی اور مشکل بات نہیں ہے۔

☆......☆......☆

جس طرح محققین اور دانشوروں نے حضرت سلیمان کے چیونٹیوں سے متعلق گفتگو کرنے کے متعلق اپنی اپنی علیحدہ رائے کا اظہار کیا ہے اسی طرح وہ گھوڑے جو حضرت سلیمان کے سامنے پیش کئے گئے جن کے متعلق پہلے کہا گیا کہ ان کی عصر کی نماز ضائع ہو گئی اور انہوں نے گھوڑوں کو ذبح کرا دیا اس واقعہ کے متعلق بھی محققین کی تین گروہ ہیں جو اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

پہلا گروہ اس واقعہ کا مطلب یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت سلیمان گھوڑوں کے معائنے اور ان کی دوڑ کے ملاحظہ کرنے میں اس قدر مشغول ہوئے کہ نماز عصر بھول گئے یا بقول بعض وہ اپنا کوئی خاص وظیفہ پڑھنا بھول گئے جو وہ عصر اور مغرب کے درمیان پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ سورج چھپ گیا تب انہوں نے حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ تب واپس آئے تو حضرت سلیمان نے تلوار سے ان کو کاٹنا یا با الفاظ دیگر اللہ کے لئے ان کو قربان کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ ذکر الٰہی سے غفلت کے موجب بن گئے تھے اس مطلب کے لحاظ سے اس کا لب لباب یہ پیش کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان نے کہا کہ میں نے اس مال کی محبت کو ایسا پسند کیا کہ اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ سورج چھپ گیا پھر اس نے حکم دیا کہ گھوڑوں کو واپس لاؤ جب وہ آئے تو ان کی پنڈلیوں اور گردن پر تلوار کے ہاتھ مارنے لگے۔

جو لوگ اس تفصیل کے قائل ہیں ان سے متعلق کچھ محققین کہتے ہیں کہ یہ تفصیل کوئی قابل ترجیح نہیں ہے اس لئے اس میں تین باتیں اپنی طرف سے بڑھائی پڑتی ہیں جن کا کوئی ماخذ نہیں ہے۔

اول اس تفصیل کا جو قائل گروہ ہے وہ فرض کرتا ہے کہ حضرت سلیمان کی نماز عصر اس شغل میں چھوٹ گئی ہے ان کا کوئی خاص وظیفہ چھوٹ گیا جو وہ اس وقت پڑھا کرتے تھے۔

دوسری بات جس کا ذکر قرآن نے نہیں کیا وہ بھی فرض کرنا پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ سورج چھپ گیا حالانکہ وہاں سورج کا کوئی ذکر نہیں ہے اور تیسری بات جو اس تفصیل میں فرض کرنی پڑتی ہے اگر دنوں پر خالی نہیں بلکہ تلوار سے مسح کیا حالانکہ قرآن مجید میں تلوار کے ساتھ مسح کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس بنا پر کچھ محققین تفصیل سے اصول اختلاف رکھتے ہیں ساتھ ہی محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک قرآن کے الفاظ سے زائد کوئی مطلب لینا چار صورتوں میں درست ہو سکتا ہے۔

یا تو قرآن ہی کی عبادت میں اس کے لئے کوئی قرینہ موجود ہو یا قرآن نے کسی دوسرے مقام پر اس کی طرف کوئی اشارہ ہو یا کسی صحیح حدیث میں اس کی اجمالی شرح ملتی ہو یا اس کا اور کوئی قابل اعتماد ماخذ ہو۔

مثلاً تاریخ کا معاملہ ہے تو تاریخ میں اس اجمال کی تاریخ ملتی ہے آثار کائنات کا ذکر ہے تو مستند علمی تحقیقات سے اس کی تشریح ہو رہی ہو اور احکام شرعیہ کا معاملہ ہے تو فقہ اسلامی کے ماخذ اس کی وضاحت کر رہے ہوں جہاں ان میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو وہاں بطور خود ایک قصہ تصنیف کر کے قرآن کی عبارت میں شامل کر دینا صحیح اور درست نہیں ہے۔

دوسرا گروہ پہلے گروہ کی تفصیل سے تھوڑا اختلاف کرتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب آپ کی نماز عصر چھوٹ ہو گئی تو سورج پردہ مغرب میں چھپ گیا تو حضرت سلیمان نے کارکنان قضا و قدر سے کہا کہ پھیر لاؤ سورج کو تا کہ عصر کا وقت آ جائے اور میں نماز ادا کروں۔

چنانچہ سورج پلٹ آیا اور انہوں نے نماز پڑھ لی لیکن یہ تفصیل پہلے گروہ کی تفصیل سے بھی زیادہ ناقابل قبول خیال کی جاتی ہے۔

اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ سورج کو واپس لانے پر قادر نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا قطعاً کوئی ذکر نہیں فرمایا حالانکہ حضرت سلیمان کے لئے اتنا بڑا معجزہ صادر ہوا ہوتا تو وہ ضرور قابل ذکر ہونا چاہئے تھا اور اس لئے بھی کہ سورج کا غروب ہو کر پلٹ کر آنا ایسا غیر معمولی واقعہ ہے اگر وہ درحقیقت پیش آیا ہوتا تو دنیا کی تاریخ اس کے ذکر

سے ہرگز خالی نہ ہوتی۔

اس تفصیل کی تائید میں اس گروہ کے حضرات بعض احادیث پیش کرکے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سورج کا غروب ہوکر دوبارہ پلٹ کر آنا ایک دفعہ کا واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ کئی دفعہ پیش آیا ہے۔ اس کے لئے وہ قصہ معراج میں حضور پاک ﷺ کے سورج کے واپس لائے جانے کا ذکر کرتے ہیں غزوہ خندق کے موقع پر حضور پاکؐ کے لئے وہ واپس لایا گیا اور حضرت علیؓ کے لئے بھی جب حضورؐ ان کی گود میں سر رکھ کر سو رہے تھے اور ان کی نماز عصر قضا ہوگئی تھی۔

چنانچہ انہوں نے سورج کی واپسی کی دعا فرمائی اور وہ پلٹ آیا لیکن محققین کہتے ہیں کہ ان روایات میں استدلال کرکے جو اس گروہ نے دلیل پیش کی ہے بہت زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لئے جو دوسرے واقعات پیش کئے گئے ہیں وہ بھی قابل قبول نہیں۔

حضرت علیؓ کے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے۔ اس کے تمام رجال پر تفصیلی بحث کرکے امام ابن تیمیہ نے اسے موضوع یعنی گھڑی ہوئی حدیث ثابت کیا ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل ہی نہیں ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ بلاشک وشبہ موضوع یعنی گھڑی ہوئی ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک صحیح اور بعض کے نزدیک موضوع ہے رہی قصہ معراج والی روایت تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب حضورؐ کفار مکہ سے شب معراج کے حالات بیان فرما رہے تھے تو کفار نے آپ سے ثبوت طلب کیا تو آپ نے فرمایا بیت المقدس کے راستے میں فلاں مقام پر ایک قافلہ ملا تھا جس کے ساتھ فلاں واقعہ پیش آیا تھا تو کفار نے پوچھا کہ وہ قافلہ کس وقت مکہ پہنچے گا آپ نے فرمایا فلاں روز جب وہ دن آیا تو قریش کے لوگ دن بھر قافلے کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ شام ہونے کو آئی اس موقع پر حضورؐ نے دعا کی کہ سورج اس وقت تک غروب نہ ہو جب تک قافلہ نہ آجائے چنانچہ فی الواقعہ سورج ڈوبنے سے پہلے وہ پہنچ گیا اس واقعہ کو بعض راویوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس روز دن میں ایک گھنٹہ کا اضافہ کر دیا گیا اور سورج اتنی دیر کھڑا رہا سوال یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کیا اتنے بڑے غیر معمولی واقعہ کے ثبوت میں کافی شہادت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا کہ سورج کا پلٹ آنا یا گھنٹہ بھر رکا رہنا کوئی معمولی واقعہ تو نہیں ہے ایسا واقعہ اگر پیش آگیا ہوتو دنیا بھر میں اس کی دھوم مچ گئی ہوتی۔

تیسرا گروہ اس واقعہ پر رائے زنی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی تفصیل کچھ ایسی ہے جو ایک خالی الذہن آدمی اس کے الفاظ پڑھ کر اس کو سمجھ سکتا ہے اس تفصیل کے مطابق واقعہ بس اس قدر ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے سامنے جب اعلیٰ درجے کے اصیل گھوڑوں کا ایک دستہ پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ مال مجھے کچھ اپنی بڑائی کی غرض سے یا اپنے نفس کی خاطر محبوب نہیں ہے ان چیزوں سے دلچسپی کو اپنے رب کا کلمہ بلند کرنے کے لئے پسند کرتا ہوں پھر انہوں نے گھوڑوں کی دوڑ کرائی یہاں تک کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئے اس کے بعد انہوں نے ان کو واپس طلب کیا اور جب وہ آئے بقول ابن عباس حضرت سلیمان ان کی گردنوں پر اور ان کی پنڈلیوں پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگے یہی تفصیل اور تفسیر بعض محققین کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کے الفاظ سے پوری مطابقت رکھتی ہے اور مطلب کی تکمیل کے لئے اس میں کوئی ایسی بات بڑھانی نہیں پڑتی جو نہ قرآن میں ہو اور نہ کسی صحیح حدیث میں موجود ہو۔

☆......☆......☆

حضرت سلیمان کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر بھی ہے حضرت سلیمان کے صنعتی تجارتی اور صنعتی کارناموں، کان کنی کی وسیع سرگرمیوں تعمیرات اور اعلیٰ پیمانے پر بودوباش کی کوئی مثال عبرانیوں کی شاہی تاریخ میں نہیں ملتی ان پرجوش سرگرمیوں کے دوران وہ فرماں روائی کرتے ہیں اور ان کا دربار ظاہری وضع قطع کے اعتبار سے معروف آشور کا نمونہ تھا ان کے عہد حکومت میں عبرانی قوم پوری طرح مشرقی زندگی اور تہذیب کے دائرے میں پہنچ گئی تھی۔

حضرت داؤدؑ کی طرح حضرت سلیمان کا محل بھی فونیقی معماروں نے بنایا تھا اس میں لبنان کے دیودار استعمال ہوئے تھے اس کی تعمیر پر تیرہ سال لگے تھے محل کے جس حصے میں حضرت سلیمان رہتے تھے اس میں دیودار کے اتنے ستون استعمال کئے گئے تھے کہ وہ لبنان کے بن کی لکڑی کا محل مشہور ہوگیا تھا حضرت سلیمان نے جو ہیکل بنایا وہ قومی لحاظ سے زیادہ اہم تھا قیاس یہ ہے کہ اصل ہیکل اس جگہ تھا جہاں اب قبۃ الصخرہ موجود ہے یہاں پہلے شاہی معبد بنانے کی تجویز تھی جسے محل ہی کا ایک حصہ قرار دے دیا گیا بہرحال ہیکل سلیمانی کی تعمیر میں سات سال صرف ہوئے اور آگے چل کر یہ مقام عبرانیوں کا اہم مرکز بن گیا اس کے لئے بھی معمار اور عمارت ساز صور سے ہی منگوائے گئے تھے اور لبنان سے دیودار منگوائے گئے تھے۔

اس غرض سے تیس ہزار عبرانیوں کو بیگار میں لگایا گیا تھا جس میں دس ہزار آدمی باری باری ایک مہینہ لبنان میں مزدور آدمیوں کے ساتھ گزارتے اور دو مہینے اپنے گھروں میں رہ کر اپنا کام کاج کرتے کٹی ہوئی لکڑی سمندر کے راستے یافہ بھیجی جاتی اور یافہ سے یروشلم پہنچ جاتی تھی ہیکل کی آرائش کے لئے اس عہد کا کنعانی نمونہ پیش نظر رکھا گیا۔

حضرت سلیمان کی تعمیرات میں شہروں کے استحکامات لشکریوں کی بارکیں اور محلے اور دوسری چیزوں کے گودام شامل ہیں۔ مجدو میں ان اصطبلوں کی کھدائی حال ہی میں ہوئی ہے جہاں ان کے جنگی رتھ رکھے جاتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائبانوں کی دہری قطاریں جن میں ساڑھے چار سو گھوڑے رہ سکتے تھے جن میں سے بعض گھوڑے مصر اور سلیشیا سے لائے گئے تھے اور حضرت سلیمان نے اپنے فونیقی دوست شاہ حیرام کی مدد سے بحر قلزم کے لئے تجارتی بیڑہ تیار کیا جس کا مرکز عصیون جابر تھا۔

بعدازاں اس کا نام ایلات رکھا گیا رومنوں کے عہد میں اسے ایلہ کہنے لگے اس بندرگاہ سے حضرت سلیمان کا بحری بیڑہ صور کے افسروں کے ماتحت عرب اور مشرق وسطیٰ کے ساحل پر بحری مہمیں انجام دیتا رہا۔

ان مہموں کا اصل مقصد یہ تھا کہ بخور، چندن، ہاتھی دانت اور جواہرات حاصل کئے جائیں تانبا لوہا بھی صاف کیا جاتا تھا یہ برآمد کی سب سے بڑی جنس تھی اور وہ سمندر کے راستے یا قافلوں کے ذریعے عرب وہندوستان بھیجی جاتی تھی اور ان کے بدلے میں مختلف چیزیں لی جاتی تھیں ادوم کے علاوہ خلیج عقبہ اور بحرہ لوط کے درمیان پورے علاقے میں تانبے اور لوہے کی گراں بہا کانیں تھیں اس حصے کو آج کل العربہ کہتے ہیں اس وجہ سے حضرت سلیمان نے عصیون جابر میں ان دو دھاتوں کے پگھلانے کا کارخانہ قائم کر دیا تھا۔

خیال ہے کہ سلاطین میں سب سے پہلے یہ فن حضرت سلیمان کی رعایا سے ادومیوں کو سکھایا گیا عرب سے جو قافلے مصالحہ لے کر آتے وہ حضرت سلیمان کی سلطنت سے گزرتے تھے ان سے وصول لیا کرتے تھے۔

افسانہ طرازی رومانیت کے اشتراک سے حضرت سلیمان کا اسم گرامی نسل بعد نسل قوت شان وشکوہ اور شوکت دانش کے مترادف بنا رہا یہاں تک جن بھی زمین پر ہوا میں ان کے احکامات کی فرمانبرداری کرتے رہتے تھے سلیمانی دربار ہی کی

شوکت نے جنوبی عرب کی ملکہ کو اپنی طرف کھینچا یہ اسلامی روایات کی بلقیس تھی حبشہ کا حکمران خاندان حضرت سلیمان اور بلقیس کی نسل سے ہونے کا مدعی ہے۔

اس خاندان کے بادشاہ کے سرکاری خطابات میں سے ایک خطاب یہودہ کا بھی ہے حضرت سلیمان کی ذات گرامی سے بہت سی مثالیں منسوب ہیں جن میں سے بعض نے قانون کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔

تاریخی دستاویزوں سے ان نظریات کی تائید نہیں ہوتی جو سلطنت حضرت سلیمان کو وراثت میں ملی تھی وہ اس سے بہت وسیع تھی جو خود انہوں نے اپنی اولاد کے حوالے کی۔

بعد کے دور میں علاقہ فلسطین میں فرعون کی اطاعت قبول کرلی مشہور کنعانی حصار جذر پر فرعون قابض ہوگیا تھا حضرت سلیمان نے فرعون کی بیٹی سے شادی کرلی یہ قلعہ فرعون کی طرف سے بیٹی کے جہیز میں دے دیا گیا تھا یہ شہزادی حضرت سلیمان کے اس حرم میں داخل ہوئی جس میں سات سو شہزادیاں اور تین سو خواتین تھیں اپنے اہل حرم ہی کے زیر اثر حضرت سلیمان نے یروشلم کے نزدیک معبدہ جو اکب سلیمان کے آخری عہد حکومت میں آرامی حکمران نے اپنے آپ کو آزاد کرالیا اور وہ حضرت سلیمان کے زیر اقتدار نہ رہا اس سے بیشتر ادومی امیر حضرت سلیمان کے لئے مصیبت کا باعث بنا رہا حالانکہ حضرت داؤد نے تعاقب کرکے اسے بھگا دیا تھا حضرت سلیمان نے رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے بیگار سے کام لیا اسی وجہ سے بہت زیادہ خرچ کے باعث ہونے کی وجہ عوام میں بھی بے چینی پیدا ہوئی نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت سلیمان کے جانشین کے ماتحت سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔

حضرت سلیمان کے ماتحت دو جداگانہ گروہ یعنی اسرائیل اور یہود عارضی طور پر متحد ہوگئے تھے حالانکہ ان کے اقتصادی نظام مختلف تھے شمالی حصے کے لوگ زراعت پیشہ تھے ان کا گزارا گیہوں، زیتون، انگور اور اپنی زرخیز زمینوں کی پیداوار پر تھا۔

جنوبی حصے کے لوگ سطح مرتفع میں رہتے تھے جہاں کی زمینیں بھیڑ بکریاں اور دوسرے جانور پالنے کے لئے بہت موزوں تھیں ان کا گزارا ریوڑ پالنے پر تھا قبیلہ افرائیم اور دوسرے شمالی قبیلے کنعانی اثرات کے کھلم کھلا خلاف تھے اور وہ الوہیم کی عبادت کو ترجیح دیتے تھے اور عبادت کا نظام ان رسموں اور طریقوں سے ماخذ تھا جو کنعانیوں سے رائج تھے یہودہ اور بینا مین کے قبیلے جنوب میں رہتے تھے ان کی نزدیک یہودہ کی عبادت کو ترجیح حاصل تھی جس کا مرکز یروشلم کا ہیکل تھا اور اس کا طریق عبادت زیادہ سادہ اور ان دونوں گروہوں میں فوری اختلاف اقتصادی معاملے پر ہوا۔

حضرت داؤد کے دور کے بعد حضرت سلیمان کے دور میں جب ہیکل تعمیر کیا گیا تو اس کا اثر اسرائیلیوں پر خاطر خواہ ہوا اور ان دونوں محترم پیغمبروں کے دور میں اسرائیل کے اندر توحید کا چرچا ہوا حضرت سلیمان نے ہیکل کی جو عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی اس سے پہلے اسرائیلیوں کے پاس کوئی عبادت گاہ نہیں تھی اس لئے کہ اسرائیلیوں نے فلسطین پہنچ کر ابتدائی دور میں مشرق قریب کے نمونے کی پیروی شروع کی اور وہ کنعانیوں کی پیروی کرنے لگے جو ان کے آس پاس اور مشرق میں آباد تھے۔ انہیں کنعانی عربوں نے عبرانیوں کو زبان نیز اس کے ساتھ زبان کی ابجد بھی دی جب اس نئے مقام پر اسرائیلیوں کے قدم جم گئے تو انہوں نے پرانی سامی بولی ترک کرکے وہ زبان اختیار کرلی جو اس کے ہمسائے بولتے تھے ان کی اپنی زبان محض ایک بولی تھی اس لئے ادبیات پیدا کرنے کی توجہ ہونے کے بیشتر ضروری تھا کہ وہ اپنے ہمسایوں سے فن تحریر سیکھ لیتے اور اس میں مشق ہی کرتے۔

اسرائیلی لوگ خانہ بدوش بدوشوں کی حیثیت سے فلسطین پہنچے تھے کنعانیوں سے انہوں نے کھیتی باڑی سیکھی فلسطین میں وطن اختیار کرلینے کے بعد ریوڑ چرانے کے درجے سے زراعت کے درجے پر پہنچے تھے یہودہ کے کوہستانی خطوں میں عبرانیوں کے بہت سے اسلاف پہلے کی طرح ریوڑ پالتے اور چراتے رہے لیکن شمالی حصے کے زرخیز میدانوں میں کھیتی باڑی ہی ان کے معاش کا بڑا ذریعہ بن گئی۔

کھیتی باڑی سیکھنے کے لئے بھی ان اسرائیلیوں نے کنعانیوں کے ساتھ جو عرب تھے شادی بیاہ کے تعلقات پیدا کرلئے اور انہیں کنعانی عربوں ہی سے انہوں نے وہ مذہبی افکار و اعمال بھی سیکھ لئے جو پیدا دار کی افزائش اور اچھی فصلوں کے حصول کے لئے ضروری سمجھے جاتے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے رسوم اور شعائر کا وہ انتظام اپنالیا جو توحید کے بالکل برخلاف تھا اور جس میں لکڑی کے کھمبے اونچے مقامات سانپ کی پوجا اور سنہری بچھڑا شامل تھے۔

شام اور دوآبہ دجلہ فرات کے باشندوں کا عام عقیدہ تھا کہ عبادت کا مناسب طریقہ جانوروں کی قربانی ہے نیز فصلوں اور ریوڑوں کی پیداوار کا ایک حصہ مقدس معبدوں کی نذر کرنا چاہئے۔

پرانے کتبات جو ملے ہیں ان میں تابوت سکینہ کے روبرو حضرت داؤد کا رقص کنعانیوں کے رقص افزائش پیدا کرنے کی یاد تازہ کرتا ہے آج کل درویشوں کے مختلف طبقے خاص مراسم کے موقع پر جو متناسب حرکات کرتے ہیں وہ بھی دراصل اسی ابتدائی رقص ہی کے آثار ہیں اور اب تک چلے آتے ہیں۔

توریت میں بعض مراسم اور مروجات کی مماثلت آگئی ہے اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عبرانی یعنی اسرائیلیوں نے اس قسم کی چیزیں اپنے ہمسایوں سے لے لی تھیں آگے چل کر رہنماؤں نے ان رسموں اور ریتوں کو عبرانی مذہب کے رجحانات سے مطابق نہ سمجھا۔

اسرائیلیوں کی بدبختی کہ وہ بلاشبہ یہوہ کو سب سے بڑا معبود مانتے تھے یہوہ کو وہ اپنی زبان میں خدا کہتے تھے اور چونکہ اسرائیلی فتح یاب ہوئے تھے اس لئے اس امر کو منوا بھی سکتے تھے کہ وہ خود اور آس پاس کے لوگ خدائے واحد کی بندگی اور عبادت کریں۔ لیکن بدقسمتی ہوئی کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ الٹا انہوں نے ہمسایوں اور آس پاس کی قوموں کے معبودوں سے متاثر ہوکر اپنی توحید کو پس پشت ڈال دیا اسرائیلیوں کے اندر جب تک توحید قائم رہی وہ اپنے بچوں کے نام اسی نسبت سے یعنی یہوہ خدا کی نسبت سے رکھتے تھے لیکن جب وہ اپنے ہمسایوں اور آس پاس کی اقوام کے بتوں سے متاثر ہوتے رہے تو ان کے ہاں یہوہ کی جگہ بعل دیوتا نے لے لی اور بعد میں ان اسرائیلیوں نے اپنے بچوں کے نام خدا کی نسبت سے رکھنے کے بجائے بعل دیوتا کی نسبت اختیار کرلی جیسے ان کے بادشاہ طالوت کے ایک بیٹے کا نام اشبعل تھا یونائن کے بیٹے کا نام مریبعل تھا کنعانی عربوں کا یہ دیوتا بعل یہودیوں کے خدا کا ایک ایسا حریف بن گیا کہ حضرت سلیمان کے بعد بنی اسرائیل کے بادشاہ اخی اب اور اس کی ملکہ ایزبل کے عہد حکومت میں بنی اسرائیل میں سے صرف سات ہزار آدمی ایسے نکلے جن کے گھٹنے بعل دیوتا کے آگے نہیں جھکتے تھے۔

بہرحال اسرائیلیوں کے مذہب اور فن تعمیر کی اصل کے کنعانی ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں قدیم اسرائیلیوں کی صرف ایک ہی عظیم الشان مذہبی عمارت تھی اور یہ ہیکل سلیمانی تھی مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان نے یہ جو ہیکل تعمیر کیا یہ عمارت صور شہر کے ارباب فن نے بنائی تھی اور اس میں کنعانی عربوں ہی کے مقدس معبد کا نقشہ پیش نظر رکھا گیا تھا اس میں آرائش اور زیبائش بھی کنعانی عربوں ہی کے نمونے تھے۔

اس کے علاوہ حضرت سلیمان کے دور میں یروشلم کا شاہی محل انہیں کنعانیوں اور فونیقی عربوں کی

کاریگروں کا کرشمہ تھا نخل حیات کی حفاظت کے لئے دو کروبی بنائے گئے تھے جن کے جسم جانوروں کے تھے اور سر آدمیوں کے یہ وہی نمونہ تھا جو قدیم سامیوں میں رائج تھا۔

اس لئے کہ انسانوں کے ہاں کروبیوں یعنی فرشتوں کا جو تصور قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایک بچہ ہے جس کے چھوٹے چھوٹے پر لگے ہوئے ہیں یہ تصور علمی نشاۃ ثانیہ کے فنون سے گزرتا ہوا آشوریوں کے پردار سانڈ پر نہیں بلکہ شامیوں کے پردار ابوالہول یا پردار شیر تک جا پہنچا ہے جس کا سر آدمی کا تھا اس کے علاوہ ہیکل سلیمانی کے دروازوں پر کروبیوں کی تصویریں بنا کر انہیں آراستہ کیا گیا اسرائیلیوں کے نزدیک خداوند کا یہ تصور تھا کہ وہ کھڑا ہے یا کسی کروبی پر سوار ہے۔

حضرت سلیمان کے تعمیر کردہ ہیکل میں عبادت کے طریقے رائج تھے ان میں آلات موسیقی کی بھی ضرورت پڑتی تھی ابتداء میں ساز بجانے والے اور گانے والے کنعانی تو جب حضرت داؤد نے مقدس عبرانی مزامیر کا سلسلہ شروع کیا اور حضرت سلیمان نے اسے ترقی دے دی تو کنعانی عرب نمونہ ہی پیش نظر رکھا اور کوئی نمونہ تھا ہی نہیں۔

آگے چل کر اسرائیلی موسیقاروں کے جو گروہ بن گئے تھے وہ اپنے نسب نامے ان خاندانوں تک پہنچا کر بہت خوش ہوتے تھے۔ جن کے نام کنعانی عربوں سے تھے۔

مجدو شہر میں ایک خاکہ ملا ہے جس میں ایک عورت عود بجا رہی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فلسطین میں یہ ساز حضرت داؤد سے دو ہزار سال پہلے متعارف تھا کتاب پیدائش سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی کے ساز بہت پرانے تھے اور حضرت آدم کے بیٹے قابیل کی اولاد میں سے ایک شخص تھا جو بین اور بانسری بجانے والوں کا باپ تھا جب کوئی ساز راز ہو جائے تو طبعاً اس سے عام موسیقی اور مقدس موسیقی دونوں میں کام لیا جاتا ہے۔

بجانے والے سازوں میں اسرائیلیوں کے ہاں مقدم دف تھی جس کا ذکر بائبل میں بار بار آیا ہے اور جو آلات منہ سے بجائے جاتے تھے ان میں بین، بانسری، ترئی یا بگل وغیرہ قابل ذکر ہیں بین سادہ سی چیز تھی اس کی نلیاں ٹیڑھی بھی ہوتی تھیں دوہری بھی اس کا نمونہ بھی تھا جو آج کل بھی شام کے گڈریوں میں رائج ہے۔

ترئی یا ترئی بکرے یا مینڈھے کے سینگوں سے بنائی جاتی تھی اور آج کل بھی یہودیوں کے عبادت خانوں یا مذہبی مجلسوں میں اس سے کام لیا جاتا ہے تاروں والے آلات موسیقی میں بربط نے رواج عام حاصل کر لیا تھا ان آلات میں جو سر استعمال کئے جاتے تھے ان کا اب کوئی تصور نہیں ہے۔

آلات موسیقی کے ساتھ گیتوں کا ذکر بھی ہے ابتدائی دور کے گیتوں میں سے جو محفوظ رہ گئے ہیں ایک وہ تھا جو دبورہ نے کنعانیوں پر اسرائیلیوں کی فتح کا جشن مناتے ہوئے گایا تھا حضرت سلیمان کے ہیکل کی طرف زیارت کے لئے جاتے ہوئے زائر جو گیت گاتے تھے وہ کتاب زبور میں شامل ہو گئے یہ گیت شاعروں نے مرتب کئے تھے اسرائیلیوں کی شاعری بھی کنعانی عربوں سے ہی متاثر نظر آتی ہے اور مورخین لکھتے ہیں کہ اسرائیلیوں نے کنعانی عربوں سے جو مثالیں اور نمونے مستعار لئے تھے انہیں کی بنا پر زبور اور عہد نامہ قدیم کی دوسری شاعرانہ تالیفات میں ایک جلال، ایک عظمت اور ایک مترنم سے پیدا ہو گئی تھی۔

بنی اسرائیل نے اپنے ہیکل میں جو تماثیل اور تصویریں نصب کرنے کا ذکر کیا ہے یہ تصویریں اور تماثیل انہوں نے حضرت سلیمان سے منسوب ہیں کہ انہوں نے ہیکل میں بنوائی تھیں۔ لیکن مسلمان محققین بنی اسرائیل کی ان راویات سے مکمل طور اختلاف کرتے ہیں اور اسے خلاف دین خیال کرتے ہیں وہ تصویریں جو یہودیوں کے ہیکل سلیمانی میں ہوتی تھیں ان کے لئے قرآن مجید نے لفظ تماثیل استعمال کیا ہے جو تمثال کی جمع ہے تمثال عربی زبان میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو قدرتی شے کے مشابہ بنائی جائے قطع نظر اس کے وہ کوئی انسان ہو یا کوئی حیوان کوئی درخت ہو یا پھول دریا یا کوئی دوسری بے جان چیز تمثال نام ہے ہر اس مصنوعی چیز کا جو خدا کی بنائی ہوئی کسی چیز کے مانند بنائی گئی ہو تماثیل ہر اس تصویر کو کہتے ہیں جو کسی دوسری چیز کی صورت مماثل بنائی گئی ہو خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان۔

اس بناء پر قرآن مجید نے جو لفظ تماثیل استعمال کیا اس بیان سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت سلیمان کے لئے جو تماثیل بنائی جاتی تھیں وہ ضرور انسانوں یا حیوانوں کی تصاویر یا ان کے مجسمے ہی ہوں گے ہو سکتا ہے وہ پھول، پتیاں یا قدرتی مناظر اور مختلف قسم کے نقش و نگار ہوں جن سے حضرت سلیمان نے اپنی عمارتوں کو آراستہ کر دیا ہو۔

دراصل جو لوگ ان تماثیل اور تصویر کشی کے حق میں لکھتے ہیں ان سے متعلق محققین کہتے ہیں کہ ان کی غلط فہمی کا منشا بعض یہ بیانات ہیں کہ حضرت سلیمان نے انبیاء اور ملائکہ کی تصویریں بنائی تھیں یہ باتیں ان حضرات نے بنی اسرائیل کی روایات سے اخذ کر لیں اور پھر ان کی توجیہ یہ کی کہ پچھلی شریعتوں میں اس قسم کی تصویریں بنانا ممنوع نہ تھا۔

لیکن ان روایات کو بلا تحقیق نقل کرتے ہوئے ان تصاویر کے حق میں بولنے والوں کو یہ خیال نہ رہا کہ حضرت سلیمان جس شریعت موسوی کے پیرو تھے اس میں انسانی اور حیوانی تصاویر اور مجسمے اسی طرح حرام تھے جس طرح شریعت محمدیہ میں حرام ہیں۔

محققین اور دانشور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ یہ بھی بھول گئے کہ اسرائیل کے ایک گروہ کو حضرت سلیمان سے جو عداوت تھی اس بناء پر انہوں نے حضرت سلیمان کو شرک بت پرستی اور جادوگری اور زنا کے بدترین الزامات سے متہم کیا ہے اس لئے ان کی روایات پر اعتماد کر کے اس جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں کوئی ایسی بات ہرگز قبول نہ کرنی چاہئے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی شریعت کے خلاف پڑتی ہو۔

یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے حضرت موسیٰ کے بعد حضرت عیسیٰ تک بنی اسرائیل میں جتنے انبیاء بھی آئے سب توریت کے پیرو تھے اور ان میں سے کوئی بھی نئی شریعت نہ لایا تھا جو توریت کے قانون کی ناسخ ہوتی اب توریت کو دیکھئے تو اس میں بار بار بصراحت یہ حکم ملتا ہے کہ انسانی اور حیوانی تصویریں اور مجسمے قطعاً حرام ہیں۔

توریت کے باب خروج میں کچھ اس طرح لکھا ہے اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی صورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین میں یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔

اور باب احبار میں تصویر کشی سے متعلق توریت میں کچھ اس طرح ہے۔

تو اپنے لئے بت نہ بنانا اور نہ تراشی ہوئی صورت یا لاٹ اپنے لئے کھڑی کرنا اور نہ اپنے ملک میں کوئی شبیہ یا پتھر رکھنا کہ اسے سجدہ کرو۔

توریت کا باب استثنا اس سلسلے میں بول سکتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ تم بگڑی ہوئی کسی شکل یا صورت کی کھدی ہوئی صورت اپنے لئے بنا لو جس کی شبیہ کسی مرد یا عورت یا زمین کے کسی حیوان یا ہوا میں اڑنے والے کسی پرند یا زمین میں رینگنے والے جاندار یا مچھلی کے جو زمین کے نیچے پانی میں رہتی ہے ملتی ہو۔

اسی باب استثنا میں ایک جگہ توریت نے مزید کہا لعنت اس آدمی پر جو کاریگری کی صنعت کی طرح کھودی ہوئی یا ڈھالی ہوئی صورت بنا کر جو خداوند کے نزدیک مکروہ ہے اس کو کسی پوشیدہ جگہ پر نصب کرے۔

اس صاف اور صریح احکامات کے بعد یہ

بات کیسے مانی جا سکتی ہے کہ حضرت سلیمان نے انبیاء اور ملائکہ کی تصویریں ان کے مجسمے بنانے کا کام جنوں سے لیا اور یہ بات آخر ان یہودیوں کے بیان پر اعتماد کر کے کیسے تسلیم کر لی جائے جو حضرت سلیمان پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ اپنی مشرک بیویوں کے عشق میں مبتلا ہو کر بت پرستی کرنے گئے تھے تاہم تصویر کشی کے حق میں بولنے والوں نے بنی اسرائیل کی یہ روایات نقل کرنے کے ساتھ اس امر کی سراحت کر دی تھی کہ شریعت محمدیہ میں یہ فعل حرام ہے اس لئے اب کوئی شخص حضرت سلیمان کی پیروی میں مجسمے اور تصویریں بنانے کا مجاز نہیں ہے لیکن موجودہ زمانے کے بعض لوگوں نے جو اہل مغرب کی تقلید میں معودی و بت تراشی کو حلال کرنا چاہتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کر دیتے ہیں کہ جب ایک پیغمبر نے یہ کام کیا ہے تو اس پر اسے حلال ہی ہونا چاہیے۔

ان مقلدین مغرب کا یہ استدلال دو وجوہ سے غلط ہے اول یہ کہ قرآن مجید میں لفظ تماثیل استعمال کیا گیا ہے انسانی اور حیوانی تصاویر کے معنی میں صریح نہیں ہے بلکہ اس کا اطلاق غیر جاندار اشیاء کی تصویروں پر بھی ہوتا ہے اس لئے محض اس لفظ کے سہارے یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ قرآن کی رو سے انسانی اور حیوانی تصاویر حلال ہیں۔

دوسرے یہ کہ نہایت کثیر تعداد اور قوی اسناد اور متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور پاک نے ذی روح اشیاء کی تصویریں بنانے اور رکھنے کی قطعی ممانعت کی اور حرام قرار دیا۔

☆......☆......☆

بنی اسرائیل نے حضرت داؤ داور حضرت سلیمان کی دوسرے پیغمبروں کی طرح قدر اور عزت نہ کی جس طرح انہوں نے حضرت نوح اور حضرت لوط پر طرح طرح کے الزامات لگائے ایسے ہی الزامات انہوں نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان پر بھی لگائے۔

اس کے علاوہ بنی اسرائیل نے اپنی الہامی کتابوں میں تحریف کر دی اور اپنے اغراض دنیاوی کی خاطر ان میں ہر قسم کا ردو بدل کر دیا چنانچہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے معاملے میں تو اس درجہ جسارت اختیار کی کہ ان کی نبوت اور رسالت سے بھی انکار کر کے ان پر طرح طرح کے الزام اور بے ہودہ بہتان لگائے من جملہ دوسرے الزامات کے ایک الزام حضرت سلیمان پر یہ بھی لگا دیا کہ وہ جادو کے حامل تھے اور اسی کے زور پر کنگ سلیمان تھے جن وانس اور وحوش وطیور کو مسخر کئے ہوئے تھے۔

چنانچہ قرآن مجید نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے بنی اسرائیل کے لگائے ہوئے بہتان کی مدلل تردید کی اور حضرت سلیمان کی پیغمبرانہ عظمت کو نمایاں اور روشن کیا۔

اسلام نے بتایا کہ حضرت سلیمان کا دامن جادو کی نجاست سے پاک ہے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے زمانے میں بنی اسرائیل کو گمراہ کرنے کے لئے شیاطین جن میں جن وانس سب شامل تھے انہوں نے سحر کو سکھایا اور اس کو مدون کیا اور بنی اسرائیل نے کتاب اللہ یعنی توریت اور زبور کو پس پشت ڈال کر اس کو الہامی قانون سمجھا اور جادو سیکھنے اور سکھانے لگے اور جب بنی اسرائیل میں سے مخصوص اہل حق نے ان کو سمجھایا اور بتایا کہ یہ سخت گمراہی اور کفر ہے تم اس سے باز آ جاؤ۔

تو شیطان کے بہکانے پر انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ سلیمان کا سکھایا ہوا علم ہے اور حضرت سلیمان اس کے ذریعے اتنی بڑی حکومت کے مالک تھے اور یہ کہہ کر اپنی گمراہی پر قائم رہے مگر وہ اس قول میں جھوٹ بولتے اور حضرت سلیمان پر بہتان تراشی کرتے تھے۔

حضرت سلیمان ہی کی زندگی میں بنی اسرائیل میں یہ گمراہی شروع ہو گئی تھی اور ان میں یہ بھی مشہور ہو گیا تھا کہ جن علم غیب جانتے ہیں چنانچہ جب حضرت سلیمان کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے جنوں کے ان تمام نوشتوں کو حاصل کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تاکہ جن وانس کسی کو وہاں پہنچنے کی جرأت نہ ہو سکے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمان جاری کر دیا کہ جو شخص سحر کرے گا جنوں کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

قرآن مجید نے اس تاریخی حقیقت کو اس ضمن میں بیان کیا ہے کی بنی اسرائیل باوجود یقین رکھنے کے کہ نبی اکرم خدا کے سچے پیغمبر ہیں ان کی نبوت کی بشارت کثرت سے کتب عہد قدیم میں موجود ہیں پھر بھی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے حضور کی نبوت اور رسالت کا انکار کرتے تھے اور کتب الہیہ کو پس پشت ڈال کر اس طرح شیطان کی پیروی کرتے تھے جس طرح حضرت سلیمان کے زمانے میں جادو سے متعلق کر چکے تھے اور آج تک بے جا جسارت کے ساتھ حضرت سلیمان کی جانب کفر یعنی جادو کی نسبت کرتے چلے آتے ہیں چنانچہ قرآن مجید نے اس حقیقت کو بخوبی واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

اور جب بنی اسرائیل کے پاس اللہ کی جانب سے رسول آیا جو تصدیق کر رہا ہے ان الہامی کتابوں کی جو ان کے پاس ہے تو یہ لوگ یعنی بنی اسرائیل توریت میں جو احکامات دیئے گئے تھے انہیں اور اللہ کی کتاب یعنی توریت کو پس پشت ڈال دیا اور آپ کی صداقت کی بشارت کے متعلق ایسے ہو گئے جیسے وہ جانتے ہی نہیں۔

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے حضرت سلیمان کے زمانے میں اس چیز کی پیروی اختیار کر لی تھی جو شیاطین پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا لیکن شیاطین نے کفر کیا تھا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے وہ علم جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا اور جن کو وہ دونوں جب کسی کو سکھاتے تھے تو یہ کہہ کر سکھاتے تھے کہ ہم تمہارے لئے سخت آزمائش ہیں لہٰذا تم اب کفر نہ کرنا مگر بنی اسرائیل ان دونوں سے بھی ایسی باتیں سیکھتے کہ جس کے ذریعے زن اور شوہر کے درمیان تفریق پیدا ہو جائے حالانکہ وہ اس کے ذریعے سے خدا کی مرضی کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے البتہ وہ ایسی چیز سیکھتے جو انجام کار ان کو نقصان پہنچانے والی ہے اور ان کو ہرگز نفع نہیں دے گی بے شبہ وہ جانتے ہیں کہ جس شخص نے اس شے یعنی جادو کو خریدا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور ضرور وہ شے بہت بری ہے جس کے عوض میں انہوں نے اپنی جان فروخت کر ڈالی کاش وہ سمجھتے یعنی سمجھنے کے بعد بچتے اور وہ کام نہ کرتے جس کا نتیجہ برا ہے۔

ان سطور میں جن حقائق کو واضح کیا گیا ہے ان کی تفسیر میں مفسرین مختلف ذوق رکھتے ہیں اس لئے کہ ان تین باتوں کے علاوہ جن کا گزشتہ سطور میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ واقعہ کی باقی تفصیل کے بارے میں قرآن عزیز خاموش ہے کیونکہ وہ تفصیلات اس کے مقصد کے لئے ضروری نہیں چنانچہ اس سلسلے میں کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔

جب بنی اسرائیل کو شیاطین نے سحر سکھا کر گمراہ کر دیا اور وہ شیاطین کو غیب دان تسلیم کرنے لگے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت سلیمان کی وفات ہو چکی تھی اس وقت ان کے درمیان خدا کا کوئی نبی موجود نہ تھا بنی اسرائیل کو راہ ہدایت دکھانے اور سنبھالنے کے لئے اس معجزانہ طریقہ کے مطابق جو صدیوں سے ان کے لئے حق تعالیٰ کی جانب سے سنت بنا ہوا تھا ہاروت اور ماروت دو فرشتے آسمان سے نازل کئے گئے۔

انہوں نے بنی اسرائیل کو توریت سے ماخذ اسمائے وصفات الٰہی کے اسرار کا ایسا علم سکھایا جو سحر کے مقابلے میں ممتاز سحر کے ناپاک اثرات سے پاک تھا اور اس کی وجہ سے ایک اسرائیلی با آسانی یہ سمجھ

سکتا تھا کہ یہ سحر ہے اور یہ الوہی علم الاسرار ہے۔

جب وہ فرشتے بنی اسرائیل کو یہ علم سکھاتے تو ان کو نصیحت کرتے کہ اب جبکہ تم پر اصل حقیقت منکشف ہوگئی ہے اور تم نے حق و باطل کے درمیان چشم دید مشاہدہ کرلیا ہے تو اب کتاب اللہ کے علم کو پس پشت ڈال کر پھر بھی سحر کی طرف رجوع کرو گے تو تم بے شبہ کافر ہو جاؤ گے کیونکہ خدا کی حجت تم پر تمام ہوگی اور اب تمہارے لئے کوئی عذر باقی نہیں رہے گا۔

گویا ہمارا وجود تمہارے لئے ایک آزمائش ہے تم ہماری تعلیم کے بعد شیاطین کے تابع ہو کر سحر ہی کے شیدائی رہتے ہو یا اس سے زیادہ زبردست اور امر حق یعنی کتاب اللہ کے علم کی پیروی کرتے ہو۔

لیکن بنی اسرائیل کی کج فطرت نے اس موقع پر ان کا ساتھ نہ چھوڑا اور انہوں نے اس پاک الوہی علم کو ناجائز اور حرام خواہشات کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا مثلاً زن و شوہر کے درمیان ناحق تفریق ڈالنا وغیرہ گویا اس طرح حق و باطل کے درمیان غلط ملط کرکے اس کو بھی ایک کرشمہ بنا دیا اور حق و باطل کے ساتھ غلط کرنے یا کسی پاک جملے کے خواص اور اثرات کو ناجائز اور حرام کاموں میں استعمال کرنے کے متعلق علماء حق کی تصریحات موجود ہیں کہ یہ بھی ساحرانہ اعمال کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور اسی لئے حرام اور کفر ہے۔

اس جگہ ہاروت اور ماروت دونوں فرشتوں اور ان کے لائے ہوئے علم سے متعلق مختلف دانش وروں نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے کچھ لوگ کہتے ہیں۔

سحر ایک شے ہے جو شیاطین کے ذریعے سے وجود پذیر ہوتا ہے اور فرشتوں کا لایا ہوا علم دوسری شے ہے جو پاک مقصد کے لئے تعلیم کیا گیا لہٰذا فرشتوں کی جانب سے سحر کی نسبت صحیح نہیں ہوسکتی۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سحر کی تعلیم شیاطین کے ذریعے پھیلی ان کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا علم ہے اور یہ بھی غلط کہ بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتے نازل ہوئے وہ بنی اسرائیل کو جادو سکھاتے، اور سکھاتے وقت یہ تنبیہ کرتے کہ ہم آزمائش بنا کر تمہارے لئے بھیجے گئے ہیں تم اگر سیکھو گے تو ہم ضرور سکھا دیں گے مگر تم کافر ہو جاؤ گے اس لئے تم کو نصیحت کرتے ہیں کہ کفر اختیار نہ کرو اور وہ جب بنی اسرائیل اصرار کرتے تو وہ زن و شوہر کے درمیان تفریق کا جادو سکھا دیتے یہ سارا قصہ ان کے درمیان مشہور ہے سب غلط ہے ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

ایک اور گروہ کہتا ہے دونوں فرشتے ہاروت اور ماروت شیاطین کا بدل ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ غلط ہے کہ بنی اسرائیل کی آزمائش کے لئے آسمان کے فرشتے سحر کا علم لے کر آئے تھے بلکہ شیاطین سحر سکھاتے تھے جن میں بابل میں دو مشہور شخصیتیں ہاروت اور ماروت کی تھیں اور وہ جادو سکھاتے تو بنی اسرائیل کی مذہبی زندگی پر طعن کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے کہ دیکھو اگر تم نے ہم سے سحر سیکھا تو کافر ہو جاؤ گے مگر بنی اسرائیل کی گمراہی کا یہ عالم تھا کہ یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی ان سے زن و شوہر کے درمیان تفریق ڈالنے کا جادو سیکھتے اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیتے تھے۔

ایک اور گروہ ان فرشتوں سے متعلق کہتا ہے ہاروت اور ماروت دو فرشتے بنی اسرائیل کی آزمائش کے لئے خدا تعالیٰ کی جانب سے نازل ہو کر سحر سکھاتے اور ساتھ یہ بھی تنبیہ کرتے کہ ہم سے یہ علم نہ سیکھو ورنہ کافر ہو جاؤ گے انہیں دو ہاروت اور ماروت نامی فرشتوں سے متعلق بنی اسرائیل کے کچھ قصے بھی مشہور ہیں جنہیں عموماً لوگ ذخیرہ خرافات کہتے ہیں۔

ان قصوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت فرشتوں نے ایک مرتبہ خدا تعالیٰ کے حضور میں انسان معصیتوں اور گناہ کا مذاق اڑایا کہ یہ کیسی ذلیل مخلوق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے انعامات کے باوجود اس کے احکامات کی خلاف ورزی کرتی رہتی ہے یہ طنز اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا اور ان سے فرمایا اگر تم دنیا کے ماحول میں محصور ہوتے تو یہی کرتے فرشتوں نے اپنی عصمت اور پاک دامنی پر اعتماد کا اظہار کیا تب بطور آزمائش دونوں کو زمین پر اتار دیا گیا یہاں رہتے رہتے ایک مرتبہ ان کی نگاہ ایک بے حد حسین عورت زہرہ پر پڑی دونوں اس کے عشق میں گرفتار ہوگئے۔

چنانچہ دونوں عورت کی قربت کے طلب گار ہوئے اس نے کہا جب تک تم شراب نہیں پیو گے قتل نہیں کرو گے بت کو سجدہ نہیں کرو گے مجھ کو حاصل نہیں کرسکتے چنانچہ عورت کے عشق میں انہوں نے یہ تینوں کام کیے عورت نے یہ بحالت حقارت ان سے دریافت کیا کہ وہ آسمان پر کس طرح جاتے ہیں فرشتوں نے اس کو اسم اعظم سکھا دیا اور وہ اسم اعظم پڑھ کر آسمان پر چلی گئی اور یہ دونوں فرشتے خدا کے غضب میں مبتلا ہوگئے اور بابل کے کنوئیں میں قید کر دیئے گئے اب جو شخص ان کو آواز دے کر جادو سیکھنا چاہتا ہے تو وہ اول تو اسے منع کرتے اور کافر ہو جانے کا خوف دلاتے ہیں لیکن جب وہ اصرار کرتا ہے تو اس کو سحر (جادو) سکھا دیتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تجھ کو کچھ نظر آیا وہ شخص کہتا ہے کہ ایک نورانی شکل کا انسان گھوڑے پر جاتا ہوا نظر آتا ہے فرشتے کہتے ہیں یہ تیرا ایمان ہے جو تجھ سے جدا ہوگیا اب تو جادوگر بن گیا یہ فرشتے قیامت تک خدا کے عذاب کی وجہ سے اسی طرح کنوئیں میں الٹے لٹکے رہیں گے۔

اس روایت اور اس قصے کا لغو ہونا خود بخود واضح ہے اس لئے محققین نے اس کی لغویت اور خرافت پر متنبہ کرکے اسلامی روایت کے دامن کو اس سے پاک اور محفوظ کیا ہے۔

محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس واقعہ کو جس غرض سے بیان کیا ہے وہ تو صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کا حضرت سلیمان کی جانب جادو کی نسبت کرنا بہتان اور افتراء ہے یہ کام شیاطین کا تھا حضرت سلیمان کا دامن اس سے پاک ہے اور یہ کہ بنی اسرائیل نے شیاطین کی پیروی اختیار کی اور اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور باقی تفصیلات کو اس نے نظر انداز کرکے صرف اجمال پر اتفاق کیا لہٰذا ہمارے لئے اس کے اجمال پر ایمان لے آنا ہی کافی ہے اور اس کی شرح اور بست کو خدا کے حوالے کرنا بہتر طریقہ ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ سبا میں حضرت سلیمان کی وفات کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے حکم سے جنوں کی ایک بہت بڑی جماعت عظیم الشان عمارت بنانے میں مصروف تھی کہ حضرت سلیمانؑ کو پیغام اجل آن پہنچا مگر جنوں کو ان کی موت کی خبر نہ ہوئی اور وہ اپنی خدمات میں مصروف رہے اور عرصہ کے بعد جب دیمک نے لاٹھی کو چاٹ کر اس توازن کو خراب کر دیا جس کی وجہ سے حضرت سلیمان لاٹھی سے ٹیک لگائے کھڑے نظر آتے تھے وہ گر گئے تب جنوں کو علم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ کا عرصہ ہوا انتقال ہوگیا تھا مگر افسوس ہم معلوم نہ کرسکے کاش ہم علم غیب رکھتے تو عرصہ تک اس محنت اور مشقت میں نہ پڑے رہتے جس میں حضرت سلیمانؑ کے خوف میں پڑے رہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں قرآن مجید نے فرمایا اور جب ہم نے سلیمانؑ کی موت کا فیصلہ کردیا تو ان جنوں کو اس کی موت کی کسی نے اطلاع نہیں کی مگر دیمک نے جو سلیمان کی لاٹھی چاٹ رہی تھی سلیمان لاٹھی کے توازن خراب ہونے سے گر پڑا تو جنوں پر یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہوتے تو اس سخت معصیت میں مبتلا نہ رہتے۔

کہتے ہیں جنوں پر یہ راز جب کھلا تو تعمیر مکمل ہو چکی تھی اس لئے جنوں کو افسوس رہا کہ اگر وہ غیب دان ہوتے تو اس سے بہت پہلے آزاد ہو گئے ہوتے۔

اس موقع پر قرآن مجید کا مقصد جس طرح حضرت سلیمانؑ کی وفات کے واقعہ کا ذکر ہوا اسی طرح بنی اسرائیل کو ان کی حماقت پر بھی متنبہ کرنا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق اگر جن غیب دان ہوتے تو عرصہ تک حضرت سلیمانؑ کے خوف سے تعمیر بیت المقدس یا کسی دوسرے شہر کی تعمیر کی صعوبتوں میں مبتلا نہ رہتے چنانچہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کا جس صورت علم ہوا اس کے بعد خود شیاطین کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ہمارا دعویٰ غیب دانی قطعاً غلط ثابت ہوا۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے متعلق قرآن مجید نے اس قدر بتایا ہے اس سے زائد تفصیل بیان نہیں کی نہ ان کے مقصد تبلیغ کے پیش نظر اس کی کوئی ضرورت تھی لہٰذا ہم کو بھی ان تفصیلات میں زیادہ جانے کی حاجت نہیں ہے حضرت سلیمانؑ کتنی مدت تک لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے کس حالت میں کھڑے رہے انس و جن دونوں کو ہی اس کا علم نہیں تھا یا فقط ان جنوں ہی کو علم نہیں ہوا جو بیت المقدس سے بہت فاصلے پر کسی شہر کی تعمیر میں مشغول تھے۔

البتہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں فرشتہ اجل نے حاضر ہو کر یہ پیغام سنایا کہ ان کی موت میں چند ساعتیں باقی ہیں تو انہوں نے یہ سوچ کر کہ کہیں جن تعمیر کو ناقص نہ چھوڑ دیں فوراً جنوں سے الگ ایک حجرہ بنایا اور اس میں دروازہ نہیں رکھا اور خود اس کے اندر بند اور لاٹھی کے سہارے کھڑے ہو کر مشغول عبادت ہو گئے۔

اس حالت میں موت کے فرشتے نے اپنا کام پورا کر لیا تقریباً ایک سال تک حضرت سلیمانؑ اسی طرح کھڑے رہے اور جن مشغول تعمیر رہے لیکن جب وہ تعمیر کو مکمل کر کے فارغ ہو گئے تو حضرت سلیمانؑ کی لاٹھی میں دیمک پیدا ہو گئی اور اس نے لاٹھی کو چاٹ کر بے جان کر دیا اور حضرت سلیمانؑ کا بوجھ برداشت نہ کر سکی اور حضرت سلیمانؑ زمین پر گر گئے۔

تب جن سمجھ گئے کہ حضرت سلیمانؑ کا عرصہ ہوا انتقال ہو گیا اور وہ اپنی نادانی پر افسوس کرنے لگے غرض یہ اور اسی قسم کی روایات ہیں جو اسرائیلیات سے نقل ہو کر مسلمانوں کے ہاں بھی پہنچی ہیں توریت میں حضرت سلیمان کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل پر چالیس برس تک حکومت کی۔

حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے رحعام کی نااہلی کے باعث بنی اسرائیل کے سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے ایک حصہ بیت المقدس اور جنوبی فلسطین پر مشتمل تھا اور یہ حصہ آل داؤد کے قبضے میں رہا دوسرا حصہ جو شمالی فلسطین پر مشتمل تھا اس میں ایک مستقل ریاست اسرائیل کے نام سے قائم ہو گئی اور بعد میں سامریہ شہر اس کا صدر مقام بنا اگرچہ حالات دونوں ہی ریاستوں کے دگرگوں تھے لیکن اسرائیل کی ریاست شروع ہی سے ایسے سخت بگاڑ کی راہ پر چل پڑی تھی کہ جس کی بدولت اس میں شرک، بت پرستی، ظلم اور فسق و فجور کا زور بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے بادشاہ اخی اب نے صیدہ کے بادشاہ کی لڑکی ایزبل سے شادی کر لی تو یہ فساد اپنی انتہا کو پہنچ گیا اس مشرک شہزادی کے اثر میں آ کر اخی اب خود بھی مشرک ہو گیا اس کے بعد سامریہ نے بھی بعل کا مندر اور مذبحہ تعمیر کیا بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو پس پشت ڈال دیا اور بعل دیوتا کی پرستش میں پڑ گئے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی گرفت ان پر ہوئی حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ کے بعد بنی اسرائیل لگاتار انحطاط اور زوال کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

☆☆☆